بی بی فاطمہ (سلام اللہ علیہا) کا نبی پاک (صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم) کی واحد بیٹی ہونا قرآن کی آیات سے

موضوع : رسول اللہؐ کی ایک ہی بیٹی

تحریر و تحقیق : آغا قسور عباس حیدری

بی بی فاطمہؑ کا نبی پاکؐ کی واحد بیٹی ہونا
(قرآن کی پہلی آیت)

الذین آمنوا وعملوا الصلحت طوبی لهم وحسن ماب.

وہ لوگ جو ایمان بھی لائے اور نیک عمل بھی کیے تو انکے لئے طوبیٰ اور اچھی بازگشت ہے

(سورہ الرعد آیت ۲۹)

اللہ نے عیسیٰؑ سے فرمایا۔۔۔پس تم ایمان لاؤ اللہ پر اور اس آخری نبی پر جو امی ہے۔۔اسکی مبارک نسل خدیجہؑ سے ہے۔۔اے عیسیٰ خدیجہؑ کا ایک محل ہے جو موتیوں سے بنا ہوا ہے۔۔اس میں اسکی بیٹی فاطمہ ہے اسکے دو بیٹے ہیں جو شہید ہونگے حسنؑ وحسینؑ۔۔۔

(تفسیر درمنثور جلد ۴ صفحہ ۱۶۴، اردو)

اور اسی سے ملتی جلتی روایات شیعہ کتب میں بھی موجود ہیں۔ ملاحظہ ہوں:

(تفسیر البرہان جلد صفحہ ۲۷۷، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۲، تفسیر انوار نجف جلد ۸ صفحہ ۱۳۴، تفسیر جابر الجعفی صفحہ ۳۴۲)

حاصل بحث:

یہاں نسل خدیجہؑ میں فقط بی بی فاطمہؑ کا ذکر ہے جو کہ جنت میں بی بی خدیجہؑ کے محل میں ہونگی لیکن باقی تین کہاں ہیں؟ اگر باقی تین رقیہ، ام کلثوم اور زینب بھی حقیقی بیٹیاں ہوتیں تو وہ بھی یہاں ساتھ ہوتیں۔ لہذا ثابت ہوا کہ نسلِ خدیجہؑ میں ایک ہی بیٹی تھی۔ اور اس میں امام حسنؑ وحسینؑ کو بی بی خدیجہؑ کے بیٹے کہا گیا ہے جو کہ اس بات کی دلیل ہے کہ مجازی طور بھی بیٹا یا بیٹی کہا جا سکتا ہے۔

(طالب دعا)

تفسیر دُرِّ منثور مترجم

جلد چہارم

تالیف

امام جلال الدین عبدالرحمن بن ابی بکر السیوطی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۹۱۱ھ

ترجمہ متن قرآن

ضیاء الامت پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ علیہ

مترجمین

سید محمد اقبال شاہ ۔ محمد بوستان ۔ محمد انور مگھالوی

ادارہ ضیاء المصنفین بھیرہ شریف

ضیاء القرآن پبلی کیشنز

لاہور ۔ کراچی ۔ پاکستان

جس کی جڑ بلند جگہ میں ہے اور جنت میں کوئی گھر نہیں ہے مگر اس کی ٹہنیوں میں سے کوئی ایک ٹہنی اس میں موجود ہے۔

امام ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہما اللہ نے حضرت ابو جعفر شامی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: تیرے رب نے ایک موتی لیا پھر اسے پلٹا اور موڑ دیا پھر اسے جنت کے وسط میں بچھا دیا پھر اسے فرمایا تو پھیل جا حتیٰ کہ میری رضا تک پہنچ جائے۔ اس موتی نے ایسا ہی کیا پھر اللہ تعالیٰ نے ایک درخت سے کہا اس موتی کے درمیان میں نکل جا۔ پھر اس درخت کو کہا تو پھیلتا جا جو پھیلتا گیا، جب برابر ہو گیا تو اس کی جڑوں سے جنت کی نہریں نکلیں۔ یہی درخت طوبیٰ ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت فرقد سبخی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کی طرف انجیل میں وحی فرمائی۔ اے عیسیٰ! میرے حکم میں سنجیدگی سے عمل کر اور اس کا مذاق نہ اڑا، میری بات کو سن اور میرے حکم کی اطاعت کر۔ اے ابن البکر البتول! میں نے تجھے بغیر باپ کے پیدا کیا ہے اور میں نے تجھے اور تیری والدہ کو تمام جہاں کے لیے (اپنی عظمت کی) نشانی بنایا ہے، تو صرف میری ہی عبادت کر اور مجھ پر ہی توکل کر اور کتاب کو مضبوطی سے پکڑ لے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے عرض کی: اے میرے پروردگار! میں کون سی کتاب کو پکڑوں؟ فرمایا: انجیل کی کتاب کو مضبوطی سے پکڑ لے اور اہل سریانیہ کے سامنے اس کی تفسیر بیان کر اور انہیں بتا کہ میں اللہ ہوں میرے سوا کوئی معبود نہیں ہے، میں زندہ ہوں اور قائم کرنے والا ہوں، ایجاد کرنے والا ہوں اور میں ہمیشہ رہنے والا ہوں، میں وہ ہوں جسے زوال نہیں ہے۔ پس تم ایمان لاؤ اللہ پر اور اس رسول پر جو امی نبی ہے جس نے آخر زمانہ میں جلوہ فرما ہونا ہے پس تم اس کی تصدیق کرو اور اس کی اتباع کرو، اونٹ والے ہیں، زرہ والے، لاٹھی والے اور تاج والے ہیں جو موٹی موٹی آنکھوں والے ہیں جن کے ابرو ملے ہوئے ہیں۔ چادر والے ہیں اس کی مبارک نسل والمبارکہ سے یعنی حضرت خدیجہ سے ہے۔ (اللہ تعالیٰ نے فرمایا) اے عیسیٰ! خدیجہ کا ایک گھر ہے جو موتیوں سے بنا ہوا ہے اس پر سونا لگا ہوا ہے۔ اس میں نہ کوئی اذیت ہے کہ بات کی جاتی ہے اور نہ کوئی تھکاوٹ ہے۔ اس کی بیٹی فاطمہ ہے، اس کے دو بیٹے ہیں، وہ دونوں شہید ہوں گے یعنی الحسن اور الحسین۔ طوبیٰ ہے اس کے لیے جس نے اس نبی کا کلام سنا، اس کا زمانہ پایا اور آپ کی زندگی میں موجود تھا۔ عیسیٰ علیہ السلام نے پوچھا: یا رب! یہ طوبیٰ کیا ہے؟ فرمایا: یہ جنت میں ایک درخت ہے جو میں نے اپنے ہاتھ سے لگایا ہے اور میں نے اپنے فرشتوں کو اس میں ٹھہرایا ہے۔ اس کی اصل رضوان سے ہے اور اس کا پانی تسنیم سے ہے۔

امام ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہما اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرمایا ہے: طوبیٰ جنت میں ایک درخت ہے اور اس کا پھل عورتوں کے پستانوں کی شکل ہے اس میں اہل جنت کے لباس ہیں۔

امام ابن ابی الدنیا نے الاعزاء میں اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت خالد بن معدان رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: جنت میں ایک درخت ہے جس کو طوبیٰ کہا جاتا ہے، اس کی گچھیوں سے اہل جنت کے بچے دودھ پیتے ہیں، جو دودھ پیتا بچہ فوت ہو جاتا ہے اسے طوبیٰ سے جنت میں دودھ پلایا جاتا ہے اور عورت کا گرنے والا بچہ جنت کی نہروں میں سے کسی نہر میں ہوتا ہے وہ اس میں قیامت تک گھومتا ہے حتیٰ کہ قیامت کے روز وہ چالیس سال کا ہو کر اٹھے گا۔

بی بی فاطمہؑ کا نبی پاکؐ کی واحد بیٹی ہونا

(آیت نمبر۲)

وانذر عشیرتک الاقربین. **(سورہ الشعراء آیت ۲۱۴)**

اور اپنے اقربین (قریبیوں یا رشتہ داروں) کو ڈراؤ۔

حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو رسولؐ صفا کے پہاڑ پر کھڑے ہوئے اور فرمایا اے محمد کی بیٹی فاطمہؑ اور اے صفیہ عبدالمطلب کی بیٹی اور اے عبدالمطلب کے بیٹو! میں تم کو خدا کے سامنے نہیں بچا سکتا البتہ میرے مال میں سے جو چاہو لے لو۔

(صحیح مسلم جلد ۱ صفحہ ۳۴۰، اردو)

استدلال:

اس آیت میں نبی پاکؐ کو قریبی رشتہ داروں کے ڈرانے کا حکم دیا گیا ہے جبکہ یہ آیت بھی مکی ہے اور سورت بھی۔ تو اس وقت رقیہ، زینب، ام کلثوم تینوں زندہ تھیں۔ جیسا کہ ناصبیوں کے بڑوں نے لکھا ہے کہ زینب ۸ ہجری میں فوت ہوئیں، رقیہ کی وفات ۲ ہجری میں اور ام کلثوم کی وفات ۹ ہجری میں ہوئی **(بنات اربعہ صفحہ ۲۴۲ مولانا محمد نافع)**۔ لہذا اس مکی آیت میں ان تینوں کا زندہ ہونا ثابت ہے تو جب قرآن نے رشتہ داروں کے ڈرانے کا فرمایا تو نبی پاکؐ نے فقط بی بی فاطمہؑ کا نام لیا؟ باقی تینوں کا نام کیوں نہیں لیا۔ اب تو یہ عذر بھی نہیں کیا جا سکتا کہ وہ یہاں فوت ہو گئیں تھیں۔

حاصل بحث:

لہذا اس آیت سے ثابت ہے کہ نبی پاکؐ کی ایک ہی بیٹی تھیں کیونکہ اگر اور بیٹیاں بھی حقیقی ہوتیں تو انکا نام بھی نبی پاکؐ ضرور لیتے کیونکہ اس وقت وہ تینوں زندہ تھیں۔

النَّارِ فَإِنِّي لَا أَمْلِكُ لَكُمْ مِنَ اللَّهِ شَيْئًا غَيْرَ أَنَّ لَكُمْ رَحِمًا سَأَبُلُّهَا بِبَلَالِهَا)).

رکھتے ہو اس کو میں جوڑتا رہوں گا (یعنی دنیا میں تمہارے ساتھ احسان کرتا رہوں گا)۔

٥٠٢ - عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ بِهَذَا الْإِسْنَادِ وَحَدِيثُ جَرِيرٍ أَتَمُّ وَأَشْبَعُ.

۵۰۲- مذکورہ بالا حدیث اس سند سے بھی مروی ہے۔

٥٠٣ - عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ لَمَّا نَزَلَتْ وَأَنْذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ قَامَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عَلَى الصَّفَا فَقَالَ ((يَا فَاطِمَةُ بِنْتَ مُحَمَّدٍ يَا صَفِيَّةُ بِنْتَ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ يَا بَنِي عَبْدِ الْمُطَّلِبِ لَا أَمْلِكُ لَكُمْ مِنَ اللَّهِ شَيْئًا سَلُونِي مِنْ مَالِي مَا شِئْتُمْ)).

۵۰۳- ام المومنین عائشہؓ سے روایت ہے جب یہ آیت اتری ڈرا تو اپنے کنبے والوں کو تو رسول اللہ ﷺ صفا پہاڑ پر کھڑے ہوئے اور فرمایا اے فاطمہؓ! محمد کی بیٹی اور اے صفیہ ، عبدالمطلب کی بیٹی اور اے عبدالمطلب کے بیٹو! میں خدا کے سامنے تم کو نہیں بچا سکتا البتہ میرے مال میں سے جو تم جی چاہے مانگ لو۔

٥٠٤ - عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ

۵۰۴- ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ پر جب یہ

بی بی فاطمہؑ کا نبی پاکؐ کی واحد بیٹی ہونا

(تیسری آیت)

وھو الذی خلق من الماء بشر فجعلہ نسبا و صھرا. (پارہ۱۹ سورہ فرقان آیت ۵۴)

اور وہی اللہ ہے جس نے بشر کو پانی سے خلق کیا پھر اسکو خاندان والا اور سسرال والا بنایا۔

ابن سیرین کہتے ہیں کہ یہ آیت مولا علیؑ اور نبی پاکؐ کے بارے میں آئی کیونکہ مولا علیؑ نبی پاکؐ کے داماد تھے (اور نبی پاکؐ کا گھر مولا کا سسرال تھا)۔

(تفسیر ابن عطیہ جلد۴ صفحہ۲۱۵، تفسیر قرطبی جلد۱۵ صفحہ۴۵۵، تفسیر ابوحیان جلد۶ صفحہ۴۶۴، تفسیر ثعلبی جلد۷ صفحہ۱۴۲، دُرر السمطین صفحہ۱۱۲، ۲۴۳، شواہد التنزیل جلد۱ صفحہ۵۳۸، نورالابصار صفحہ۱۲۴، مناقب ابن مردویہ صفحہ۲۸۵، ذخائر العقبیٰ صفحہ۷۰، مناقب الخوارزمی صفحہ۳۳۶، ینابیع المودۃ صفحہ۱۴۰)

یہی آیت مولا علیؑ کے بی بی فاطمہؑ سے نکاح کے خطبہ میں بھی نبی پاکؐ نے پڑھی۔

(مدارج النبوۃ جلد۲ صفحہ۱۱۰)

یہی روایت شیعہ کُتب میں آئمہ طاہرینؑ سے بھی منقول ہے۔

تفسیر انوار نجف جلد۱۰ صفحہ۱۸۳، تفسیر البرہان جلد۵ صفحہ۴۶۵، اللوامع النورانیہ صفحہ۲۶۰، تفسیر صافی جلد۴ صفحہ۹، تفسیر فرات جلد۱ صفحہ۲۹۲، تفسیر جابر الجعفی صفحہ۲۷۴۔

استدلال:

شیعہ سُنی تفسیر سے یہ بات ثابت ہے کہ قرآن میں یہ آیت مولا علیؑ کی دامادی نبی پاکؐ سے ثابت کرتی ہے۔ تو اگر عثمان کی نبی پاک کی دو بیٹیاں ملی تھیں تو انکو یہاں مراد کیوں نہیں لیا سُنی مفسرین

نے؟ تو اس سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ نبی پاک کی ایک ہی بیٹی فاطمہؑ تھیں جن سے شادی کرنے پر مولا علیؑ بمطابق قرآن نبی پاکؐ کے داماد کہلائے۔

(طالب دعا)

المحرر الوجيز

في

تفسير الكتاب العزيز

للقاضي أبي محمد عبد الحق بن غالب بن عطية الأندلسي

المتوفى سنة ٥٤٦ هـ

تحقيق

عبد السلام عبد الشافي محمد

طبعة محققة عن نسخة آيا صوفيا - استانبول، رقم (١١٩)
المحفوظة صورتها في مكتبة مرعشي نجفي - قم

الجزء الرابع

منشورات
محمد علي بيضون
لنشر كتب السنة والجماعة
دار الكتب العلمية
بيروت - لبنان

قال القاضي أبو محمد: وذلك عندي وهم أوجبه أن ابن عباس قال حرم من النسب سبع ومن الصهر خمس، وفي رواية أخرى من الصهر سبع يريد قول الله تعالى: ﴿حرمت عليكم أمهاتكم وبناتكم وأخواتكم وعماتكم وخالاتكم وبنات الأخ وبنات الأخت﴾ [النساء: ٢٣]، فهذا هو من النسب، ثم يريد بـ «الصهر» قوله تعالى: ﴿وأمهاتكم التي أرضعنكم وأخواتكم من الرضاعة وأمهات نسائكم وربائبكم التي في حجوركم من نسائكم التي دخلتم بهن فإن لم تكونوا دخلتم بهن فلا جناح عليكم وحلائل أبنائكم الذين من أصلابكم وأن تجمعوا بين الأختين﴾ [النساء: ٢٣]، ثم ذكر المحصنات، ومحمل هذا أن ابن عباس أراد حرم من الصهر مع ما ذكر معه فقصد مما ذكر إلى عظمه وهو الصهر لأن الرضاع صهر وإنما الرضاع عديل النسب يحرم منه ما يحرم من النسب بحكم الحديث المأثور فيه، ومن روى وحرم من الصهر خمس أسقط من الآية الجمع بين الأختين والمحصنات وهن ذوات الأزواج، وحكى الزهراوي قولاً أن «النسب» من جهة البنين «والصهر» من جهة البنات.

قال الفقيه الإمام القاضي: وهذا حسن وهو في درج ما قدمته، وقال ابن سيرين نزلت هذه الآية في النبي صلى الله عليه وسلم وعلي لأنه جمعه معه نسب وصهر، فاجتماعهما وكادة حرمة إلى يوم القيامة. وقوله ﴿وكان ربك قديراً﴾ هي ﴿كان﴾ التي للدوام قبل وبعد لا أنها تعطي مضياً فقط، ثم ذكر تعالى خطأهم في عبادتهم أصناماً لا تملك لهم ضراً ولا نفعاً وقوله ﴿وكان الكافر على ربه ظهيراً﴾ فيه تأويلان: أحدهما أن «الظهير» المعين فتكون الآية بمعنى توبيخهم على ذلك من أن الكفار يعينون على ربهم غيرهم من الكفرة والشيطان بأن يطيعوه ويظاهروه، وهذا هو تأويل مجاهد والحسن وابن زيد، والثاني ذكره الطبري أن يكون «الظهير» فعيلاً، من قولك ظهرت الشيء إذا طرحته وراء ظهرك واتخذته ظهرياً، فيكون معنى الآية على هذا التأويل احتقار الكفرة، و﴿الكافر﴾ في هذه الآية اسم الجنس وقال ابن عباس بل هو معين أراد به أبا جهل بن هشام.

قال الفقيه الإمام القاضي: ويشبه أن أبا جهل سبب الآية ولكن اللفظ عام للجنس كله. وقوله تعالى ﴿وما أرسلناك﴾ الآية تسلية لمحمد صلى الله عليه وسلم أي لا تهتم بهم ولا تذهب نفسك حسرات حرصاً عليهم فإنما أنت رسول تبشر المؤمنين بالجنة وتنذر الكفرة النار ولست بمطلوب بإيمانهم أجمعين، ثم أمره تعالى بأن يحتج عليهم مزيلاً لوجوه التهم بقوله ﴿ما أسألكم عليه من أجر﴾ أي لا أطلب مالاً ولا نفعاً يختص بي، وقوله ﴿إلا من شاء﴾ الظاهر فيه أنه استثناء منقطع، والمعنى مسؤولي ومطلوبي من شاء أن يهتدي ويؤمن ويتخذ إلى رحمة ربه طريق نجاة، قال الطبري المعنى لا أسألكم أجراً إلا إنفاق المال في سبيل الله فهو المسؤول وهو السبيل إلى الرب.

قال الفقيه الإمام القاضي: فالاستثناء على هذا كالمتصل، وكأنه قال إلا أجر من شاء والتأويل الأول أظهر.

قوله عز وجل:

﴿وَتَوَكَّلْ عَلَى ٱلْحَيِّ ٱلَّذِى لَا يَمُوتُ وَسَبِّحْ بِحَمْدِهِۦ ۚ وَكَفَىٰ بِهِۦ بِذُنُوبِ عِبَادِهِۦ خَبِيرًا ﴿٥٨﴾ ٱلَّذِى خَلَقَ

الجامع لأحكام القرآن

والمبين لما تضمنه من السنة وآي الفرقان

تأليف

أبي عبد الله محمد بن أحمد بن أبي بكر القرطبي

(ت ٦٧١ هـ)

تحقيق

الدكتور عبد الله بن عبد المحسن التركي

شارك في تحقيق هذا الجزء

محمد رضوان عرقسوسي   محمد بركات

الجزء الخامس عشر

مؤسسة الرسالة

قال ابن عطية[1]: وحكى الزهراوي قولاً أنَّ النسبَ من جهة البنين، والصهرَ من جهة البنات.

قلت: وذكرَ هذا القول النَّحّاس[2]، وقال: لأنَّ المصاهرة من جهتين تكون.

وقال ابن سيرين: نزلَتْ هذه الآية في النبيِّ ﷺ وعليٍّ ﷺ؛ لأنه جَمعَه معه نسبٌ وصهر. قال ابن عطية[3]: فاجتماعُهما وُكادةُ حرمةٍ إلى يوم القيامة.

﴿وَكَانَ رَبُّكَ قَدِيرًا﴾ على ما خلق ما يريده.

قوله تعالى: ﴿وَيَعْبُدُونَ مِن دُونِ ٱللَّهِ مَا لَا يَنفَعُهُمْ وَلَا يَضُرُّهُمْ وَكَانَ ٱلْكَافِرُ عَلَىٰ رَبِّهِۦ ظَهِيرًا ﴿٥٥﴾﴾

قوله تعالى: ﴿وَيَعْبُدُونَ مِن دُونِ ٱللَّهِ مَا لَا يَنفَعُهُمْ وَلَا يَضُرُّهُمْ﴾ لما عَدَّد النعم وبيَّن كمال قدرته، عَجِبَ من المشركين في إشراكهم به من لا يقدِرُ على نفعٍ ولا ضَرّ، أي: إنَّ الله هو الذي خلَق ما ذكره، ثمَّ هؤلاء بجهلهم[4] يعبدون من دونه أمواتاً جمادات لا تَنفعُ ولا تَضرّ.

﴿وَكَانَ ٱلْكَافِرُ عَلَىٰ رَبِّهِۦ ظَهِيرًا﴾ رُويَ عن ابن عباس: «الكَافِرُ» هنا أبو جهلٍ لعنه الله[5]؛ وشرحه أنَّه يستظهر بعبادة الأوثان على أوليائه[6]. وقال عكرمة: «ٱلْكَافِرُ» إبليس، ظهر على عداوة ربِّه. وقال مَطر[7]: «ٱلْكَافِرُ» هنا الشيطان.

---

(١) في المحرر الوجيز ٤/ ٢١٥.

(٢) في إعراب القرآن ٣/ ١٦٤.

(٣) في المحرر الوجيز ٤/ ٢١٥، وما قبله منه.

(٤) في (م): لجهلهم.

(٥) أخرجه بنحوه الطبري ١٧/ ٤٧٨، دون قوله: لعنه الله، وهي من (م).

(٦) جاءت العبارة في إعراب القرآن للنحاس: أبو جهل وشيعته لأنه يستظهر بعبدة الأوثان على أولياء ربه.

(٧) في (م): مطرف. والمثبت من النسخ الخطية وإعراب القرآن للنحاس ٣/ ١٦٤ ورواية ابن عباس وعكرمة ومطر منه.

البرهان في تفسير القرآن

تأليف

العلامة المحدث السيد هاشم البحراني

حققه وعلق عليه
لجنة من العلماء والمحققين الأخصائيين



الجزء الخامس

منشورات
مؤسسة الأعلمي للمطبوعات
بيروت - لبنان
ص.ب ٧١٢٠

حتّى أودَعَها إبراهيم عليه السلام، ثمّ أودَعَها إسماعيل عليه السلام، ثمّ أمّاً فأمّاً، وأباً فأباً، من طاهر الأصلاب، إلى مُطهّرات الأرحام، حتّى صارَتْ إلى عبد المُطّلب، فانفَلَقَ ذلك النُّور فِرْقَتَين: فِرْقَة إلى عبد الله، فولَد محمّداً صلى الله عليه وآله، وفِرقة إلى أبي طالب، فولَد عليّاً عليه السلام، ثمّ ألّف الله النّكاح بينهما فزوّج عليّاً بفاطمة عليها السلام، فذلك قوله عزّ وجلّ: ﴿وَهُوَ ٱلَّذِي خَلَقَ مِنَ ٱلْمَآءِ بَشَرًا فَجَعَلَهُۥ نَسَبًا وَصِهْرًا وَكَانَ رَبُّكَ قَدِيرًا﴾[1]

٥ ـ ابن بابويه، قال: حدّثنا أبو العبّاس محمّد بن إبراهيم بن إسحاق الطالقانيّ رحمه الله، قال: حدّثنا عبد العزيز بن يحيى الجَلُودي بالبصرة، قال: حدّثني المُغيرة بن محمّد، قال: حدّثنا رَجاء بن سَلَمة، عن عَمْرو بن شِمْر، عن جابر الجُعفيّ، عن أبي جعفر محمّد بن عليّ عليه السلام، قال: «خطَبَ أميرُ المؤمنين عليّ بن أبي طالب صلوات الله عليهم أجمعين بالكوفة، بعد مُنْصَرَفه من النّهروان، وبلَغه أنّ مُعاوية يَسُبّه، ويَعيبه، ويقتُل أصحابَه، فقام خَطيباً ـ وذكر الخُطْبَة، إلى أن قال عليه السلام: وأنا الصِّهر، يقول الله عزّ وجلّ: ﴿وَهُوَ ٱلَّذِي خَلَقَ مِنَ ٱلْمَآءِ بَشَرًا فَجَعَلَهُۥ نَسَبًا وَصِهْرًا﴾»[2]

٦ ـ الشيخ في أماليه، قال: حدّثنا محمّد بن عليّ بن خُشَيْش، قال: حدّثنا أبو الحسن عليّ بن القاسم بن يعقوب بن عيسى بن الحسن بن جعفر بن إبراهيم القيسيّ الخَزّاز إملاءً في منزله، قال: حدّثنا أبو زَيْد محمّد بن الحسين بن مُطاع المُسْلي إملاءً، قال: حدّثنا أبو العبّاس أحمد بن جبر القوّاس خال ابن كرديّ، قال: حدّثنا محمّد بن سَلَمة الواسطيّ، قال: حدّثنا يزيد بن هارون، قال: حدّثنا حمّاد بن سَلَمة، قال: حدّثنا ثابت، عن أنس بن مالك، قال: رَكِبَ رسول الله صلى الله عليه وآله ذات يوم بغَلْتَه فانطَلَق إلى جَبَل آل فُلان، وقال: «يا أنس، خُذِ البَغْلَة، وانطَلِقْ إلى مَوْضِع كذا وكذا، تَجِدُ عليّاً جالِساً يُسَبّحُ بالحَصى، فأقرئه منّي السلام، واحمِلْه على البَغْلَة، وأْتِ به إليّ» قال أنس: فذهبْتُ، فوجَدْتُ عَليّاً عليه السلام كما قال رسول الله صلى الله عليه وآله، فحمَلْتُه على البَغْلَة، فأتَيْتُ به إليه، فلمّا أن بصُر به رسولُ الله صلى الله عليه وآله، قال: «السلامُ عليكَ، يا رسول الله» قال: «وعليكَ السلام ـ يا أبا الحسَن ـ اجلِس، فإنّ هذا مَوْضِع قد جلَس فيه سَبعون نبيّاً مُرْسَلاً، ما جلَس فيه من الأنبياء أحَد إلّا وأنا

(١) تأويل الآيات ج ١ ص ٣٧٧ ح ١٤.
(٢) معاني الأخبار: ص ٥٩ ح ٩.

بی بی فاطمہؑ کا نبی پاکؐ کی واحد بیٹی ہونا

(چوتھی آیت)

ما کان محمد ابا احد من رجالکم. (سورہ احزاب آیت ۴۰)

محمد تم میں سے کسی ایک کے (بھی) باپ نہیں۔

آیت کا شانِ نزول:

یہ آیت اس وقت نازل ہوئی جب جناب زید (نبی پاکؐ کے منہ بولے بیٹے) نے اپنی بیوی زینب کو طلاق دی اور نبی پاکؐ نے اس شادی کی۔ تو لوگوں نے اعتراض کیا کہ نبی پاک نے اپنے بیٹے کی بیوی سے شادی کر لی۔ پس یہ آیت نازل ہوئی۔

قاضی ثناء اللہ پانی پتی لکھتے ہیں:

''اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ قاسم، طاہر، طیب اور ابراہیم آپکے صاحب زادے اور اسی طرح حسنؑ و حسینؑ کو بھی آپکے بیٹوں میں شمار کیا گیا ہے تو اسے بارے میں ہمارا جواب یہ ہے کہ قاسم، طاہر، طیب، ابراہیم چھوٹی عمر میں ہی وفات پا گئے تھے (وہ مردوں کی عمر تک نہیں پہنچے جیسا کہ آیت میں رجال کا لفظ ہے) اور امام حسن و حسین پر بیٹا ہونے کا اطلاق مجازی ہے''

(تفسیر مظہری جلد ۷ صفحہ ۴۹۶ اردو)

شیعہ مفسر محدث فقیہ شیخ طبرسی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

''اس آیت میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ محمد تم میں سے کسی مرد کے باپ نہیں بلکہ صرف اپنے بیٹوں کے باپ ہیں کیونکہ وہ اپنی اولاد قاسم، طیب، طاہر، ابراہیم کے باپ تھے اور اسی طرح صحیح حدیث میں ہے کہ حسنؑ و حسینؑ میرے بیٹے ہیں اور یہ بھی فرمایا کہ ہر لڑکی کا بیٹا اپنے باپ کے

خاندان کی طرف منسوب ہوتا ہے لیکن فاطمہؑ کی اولاد میری طرف منسوب ہے پس انکا باپ میں ہوں''

(تفسیر مجمع البیان جلد ۸ صفحہ ۱۲۶ عربی)

بحثِ استدلال:

اس آیت میں عمومی طور پر فرمایا جار ہا ہے کہ نبی پاکؐ کسی کے باپ نہیں ۔ جبکہ نبی پاکؐ نے خود بھی اور قرآن نے بھی امام حسنؑ و حسینؑ کو نبی پاکؐ کے بیٹے فرمایا ہے۔ کیونکہ بی بی فاطمہؑ نبی پاکؐ کی بیٹی تھیں اور بی بی فاطمہؑ کی اولاد کو نبی پاکؐ نے اپنی اولاد فرمایا ہے لیکن رقیہ اور ام کلثوم کی اولاد کو نبی پاکؐ نے اپنی اولاد فرمایا ؟ جبکہ مولا محمد نافع نے بنات اربعہ کتاب میں لکھا ہے کہ زینب کے بیٹے کا نام علی بن ابو العاص تھا اور رقیہ کے بیٹے کا نام عبداللہ بن عثمان تھا اسی وجہ سے عثمان کی کنیت ابو عبداللہ ہے۔ لیکن کہیں بھی نبی پاکؐ نے یا قرآن نے زینب یا رقیہ کی اولاد کو رسول اللہ کا بیٹا بالکل نہیں کہا۔ جو کہ اس بات کی دلیل ہے کہ نبی پاکؐ کی حقیقی بیٹی فقط فاطمہؑ ہی تھیں کہ جنکی اولاد کو بھی نبی پاکؐ اپنی اولاد فرماتے تھے۔ اور اس آیت کے نزول سے بھی امام حسن و حسین کی نبی پاکؐ سے بیٹے کی نسبت پر کوئی فرق نہیں آیا۔

(طالب دعا)

كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ یعنی محمد ﷺ زید بن حارثہؓ کے باپ نہیں ہیں کہ آپ ﷺ پر ان کی زوجہ سے نکاح حرام ہو۔ اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ حضرت قاسم، طیب، طاہر اور ابراہیم حضور نبی کریم ﷺ کے صاحبزادے تھے اسی طرح حضرت امام حسن اور حسین رضی اللہ عنہما کو بھی آپ کے صاحبزادوں میں ہی شمار کیا گیا ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے امام احمد کے بارے ارشاد فرمایا بے شک میرا یہ بیٹا تو سردار ہے (تو پھر یہ کیسے کہا جا سکتا ہے کہ محمد ﷺ تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں؟) تو اس کے بارے ہمارا جواب یہ ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ کے صاحبزادے چھوٹی عمر میں ہی وصال فرما گئے وہ مردوں کی عمر تک پہنچے ہی نہیں (یعنی ان میں سے کوئی بھی سن بلوغ کو نہیں پہنچا) (اس لیے ان پر لفظ رجل کا اطلاق نہیں ہو سکتا)۔ اور حسنین کریمین پر بیٹا ہونے کا اطلاق مجازاً ہے (کیونکہ حقیقۃً یہ دونوں آپ ﷺ کے نواسے تھے نہ کہ بیٹے)۔

2۔ بلکہ وہ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور ہر رسول اپنی امت کے لیے باپ ہوتا ہے لیکن نسبی حیثیت سے نہیں کہ اس پر وہ رشتے حرام ہوں جو نسب کے سبب حرام ہوتے ہیں بلکہ وہ تو شفقت و نصیحت کے اعتبار سے اپنی امت کا باپ ہوتا ہے۔ اور آپ خاتم النبیین ہیں عاصم نے لفظ خَاتَمَ کو اسم ہونے کی بناء پر تاء مفتوحہ کے ساتھ پڑھا ہے۔ اس کا معنی آخر ہے۔ اور باقیوں نے فاعل کے وزن پر تاء کو مکسور پڑھا ہے (اس کا معنی ہے ختم کرنے والا)۔ مفہوم یہ ہے کہ آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اس سے مراد یہ ہے کہ اگر وہ آپ ﷺ پر نبوت کو ختم نہ فرماتا تو وہ آپ ﷺ کے بعد بالیقین آپ کے صاحبزادے کو نبوت عطا فرماتا (1)۔ عطا نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت نقل کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جب یہ فیصلہ فرمالیا کہ آپ ﷺ کے بعد کوئی

مجمع البيان في تفسير القرآن

تأليف

أمين الإسلام أبي علي الفضل بن الحسن الطبرسي

طبعة جديدة منقحة

الجزء الثامن

دار المرتضى
بيروت

عليه.

ولما تزوج زينب بنت جحش قال الناس: إن محمداً تزوج امرأة ابنه، فقال سبحانه: ﴿مَّا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَآ أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ﴾ الذين لم يلدهم، وفي هذا بيان أنه ليس بأب لزيد، فتحرم عليه زوجته، فإن تحريم زوجة الابن معلق بثبوت النسب، فمن لا نسب له لا حرمة لامرأته، ولهذا أشار إليهم فقال: ﴿مِّن رِّجَالِكُمْ﴾ وقد ولد له ﷺ أولاد ذكور: إبراهيم والقاسم والطيب

والمطهر، فكان أباهم، وقد صحَّ أنه قال للحسن: «إن ابني هذا سيد»، وقال أيضاً للحسن والحسين: «ابناي هذان إمامان قاما أو قعدا»، وقال ﷺ: «إن كل بني بنت ينتسبون إلى أبيهم، إلا أولاد فاطمة فإني أنا أبوهم». وقيل: أراد بقوله: ﴿رِّجَالِكُمْ﴾ البالغين من رجال ذلك الوقت، ولم يكن أحد من أبنائه رجلاً في ذلك الوقت ﴿وَلَٰكِن رَّسُولَ ٱللَّهِ﴾ أي: ولكن كان رسول الله، لا يترك ما أباحه الله تعالى بقول الجهال. وقيل: إن الوجه في اتصاله بما قبله، أنه أراد سبحانه ليس يلزم طاعته وتعظيمه، لمكان النسب بينه وبينكم، ولمكان الأبوة، بل إنما يجب ذلك عليكم لمكان النبوة ﴿وَخَاتَمَ ٱلنَّبِيِّـۧنَ﴾ أي: وآخر النبيين، ختمت النبوة به، فشريعته

بی بی فاطمہؑ کا نبی پاکؐ کی واحد بیٹی ہونا

(پانچھویں آیت)

مرج البحرین یلتقین بینھما برزخ لایبغین. .یخرج منھما اللولو و المرجان.

اسی نے دو دریاؤں کو ملا دیا جو باہم ملے ہوئے ہیں اور انکے درمیان پردہ ہے جس سے وہ تجاوز نہیں کرتے۔ ۔اور ان میں سے لولو اور مرجان نکلتے ہیں۔ **(پارہ ۲۷ سورہ الرحمٰن آیت ۱۹، ۲۰، ۲۲)**

ابن عباس اور انس سے روایت ہے کہ اس آیت میں دو دریاؤں سے مراد علیؑ و فاطمہؑ ہیں اور ان میں سے نکلنے والے موتی لولو اور مرجان سے مراد امام حسنؑ اور امام حسینؑ ہیں۔

تفسیر دُرمنثور جلد ۶ صفحہ ۳۳۵ اردو، مناقب ابن مردویہ صفحہ ۳۲۸، تفسیر ثعلبی جلد ۹ صفحہ ۱۸۲، تفسیر روح المعانی جلد ۲۷ صفحہ ۱۰۷، شواہد التنزیل جلد ۲ صفحہ ۲۸۴، فضائل ابن عقدہ صفحہ ۲۱۶ مناقب ابن مغازلی صفحہ ۴۰۶، مقتل الحسینؑ صفحہ ۱۶۸ خوارزمی، الفصول المہمہ صفحہ ۲۷، نور الابصار صفحہ ۱۲۴، فضائل الثقلین صفحہ ۱۹۳، ۴۵۶ جلال الدین شافعی، ینابیع المودۃ صفحہ ۱۳۹۔

یہی روایت شیعہ کُتب میں بھی موجود ہے۔ ملاحظہ ہوں:

تفسیر مجمع البیان جلد ۹ صفحہ ۲۵۸، تفسیر جابر جعفی صفحہ ۶۷۹، تفسیر البرہان جلد ۷ صفحہ ۳۸۷، تفسیر انوار نجف جلد ۱۳ صفحہ ۱۸۲، تفسیر فرات جلد ۲ صفحہ ۴۵۹، تفسیر صافی جلد ۵ صفحہ ۵۷، بحار الانوار جلد ۲۴ صفحہ ۹۷، الخصال شیخ صدوق صفحہ ۶۵ عربی، تفسیر نور الثقلین جلد ۵ صفحہ ۱۹۰، تاویل الآیات صفحہ ۶۱۴، تفسیر قُمی جلد ۲ صفحہ ۳۴۴۔

استدلال:

اگر نبی پاکؐ کی چار بیٹیاں تھیں تو قرآن میں فقط ایک ہی بیٹی کی اور ایک ہی داماد کی شادی کا ذکر

کیوں؟ قرآن کی کوئی آیت عثمان کی رقیہ اور ام کلثوم، اور زینب اور ابوالعاص کی شادی پر کیوں نہیں آئی ؟ اگر کوئی اور بیٹی بھی حقیقی ہوتی تو کم از کم قرآن میں اسکی طرف اشارہ ضرور موجود ہوتا جو قطعاً موجود نہیں ہے۔ لہذا اس آیت سے ثابت ہے کہ نبی پاک کی ایک ہی بیٹی تھی۔

(طالب دعا)

تفسیر دُرِّ منثور

مترجم

جلد ششم

تالیف

امام جلال الدین عبد الرحمٰن بن ابی بکر السیوطی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۹۱۱ھ

ترجمہ متن قرآن

ضیاء الامت پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ علیہ

مترجمین

سید محمد اقبال شاہ ۔ محمد بوستان ۔ محمد انور مگھالوی

ادارہ ضیاء المصنفین بھیرہ شریف

ضیاء القرآن پبلی کیشنز
لاہور ۔ کراچی ۔ پاکستان

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول بیان کیا ہے: مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ يَلْتَقِيٰنِ ۝ کہ الْبَحْرَيْنِ سے مراد حضرت علی اور حضرت فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہما ہیں۔ بَيْنَهُمَا بَرْزَخٌ لَّا يَبْغِيٰنِ میں الْبَرْزَخُ سے مراد حضور نبی کریم ﷺ ہیں۔ اور يَخْرُجُ مِنْهُمَا اللُّؤْلُؤُ وَ الْمَرْجَانُ ۝ کے بارے فرمایا: اللُّؤْلُؤُ اور الْمَرْجَانُ سے مراد حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہما دونوں صاحبزادگان ہیں۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ يَلْتَقِيٰنِ ۝ کے تحت یہ قول بیان کیا ہے کہ بحرین سے مراد حضرت علی اور حضرت فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہما ہیں۔ اور يَخْرُجُ مِنْهُمَا اللُّؤْلُؤُ وَ الْمَرْجَانُ ۝ میں اللُّؤْلُؤُ اور الْمَرْجَانُ سے مراد حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہما دونوں شہزادے ہیں۔

وَ لَهُ الْجَوَارِ الْمُنْشَئٰتُ فِي الْبَحْرِ كَالْاَعْلَامِ ۝ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝ كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ ۝ وَّ يَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلٰلِ وَ الْاِكْرَامِ ۝ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝ يَسْـَٔلُهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِيْ شَاْنٍ ۝ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝

”اور اسی کے زیر فرمان ہیں وہ جہاز جو سمندر میں پہاڑوں کی مانند بلند نظر آتے ہیں۔ پس (اے جن وانس!) تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۔ جو کچھ زمین پر ہے فنا ہونے والا ہے۔ اور باقی رہے گی آپ کے رب کی ذات جو بڑی عظمت اور احسان والی ہے۔ پس (اے جن وانس!) تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۔ مانگ رہے ہیں اس سے (اپنی حاجتیں) سب آسمان والے اور زمین والے۔ ہر روز وہ ایک نئی شان سے تجلی فرماتا ہے۔ پس (اے جن وانس!) تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے“۔

امام فریابی، عبد بن حمید اور ابن جریر رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ نے وَ لَهُ الْجَوَارِ الْمُنْشَئٰتُ کی تفسیر میں فرمایا: الْجَوَارِ الْمُنْشَئٰتُ سے مراد وہ جہاز ہیں جن کے بادبان بلند ہوتے ہیں اور وہ جہاز جن کے بادبان بلند اور اونچے نہ ہوں وہ الْمُنْشَئٰتُ نہیں کہلاتے۔(1)

امام عبد بن حمید اور ابن منذر رحمہما اللہ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے یہ بیان کیا ہے کہ وَ لَهُ الْجَوَارِ الْمُنْشَئٰتُ سے مراد ہے سفن (جہاز، کشتیاں) اور الْمُنْشَئٰتُ کے بارے فرمایا: اس سے مراد کشتی کا بادبان ہے۔ اور كَالْاَعْلَامِ ۝ کا معنی ہے پہاڑوں کی طرح۔

امام عبد بن حمید اور ابن جریر رحمہما اللہ نے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ وَ لَهُ الْجَوَارِ الْمُنْشَئٰتُ یعنی جہاز اور کشتیاں۔ اور كَالْاَعْلَامِ ۝ فرمایا: پہاڑوں کی طرح۔(2)

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 27، صفحہ 155، داراحیاء التراث العربی بیروت 2۔ ایضاً، جلد 27، صفحہ 56-155

الكشف والبيان

المعروف

تفسير الثعلبي

للإمام الهمام أبو إسحاق أحمد المعروف بالإمام الثعلبي

ت ٤٢٧ هـ

دراسة وتحقيق

الإمام أبي محمد بن عاشور

مراجعة وتدقيق

الأستاذ نظير الساعدي

الجزء التاسع

دار إحياء التراث العربي

بيروت - لبنان

ولقد ذكر لي أن نواة كانت في جوف صدف، فأصابت بعض النواة ولم يصب بعضها فكانت حيث القطرة من النواة لؤلؤة وسائرها نواة.

وأخبرنا الحسين قال: حدّثنا موسى بن محمد بن علي بن عبدالله قال: قرأ أبي على أبي محمد بن الحسن بن علويه القطان من كتابه وأنا اسمع، قال: حدّثنا بعض أصحابنا قال: حدّثني رجل من أهل مصر يقال له: طسم قال: حدّثنا أبو حذيفة عن أبيه عن سفيان الثوري في قول الله سبحانه: ﴿مرج البحرين يلتقيان، بينهما برزخ لا يبغيان﴾ قال: فاطمة وعلي ﴿يخرج منهما اللؤلؤ والمرجان﴾ قال: الحسن والحسين[1].

وروي هذا القول أيضاً عن سعيد بن جبير، وقال: ﴿بينهما برزخ﴾ محمد ﷺ، والله أعلم[2].

وقال أهل الإشارة ﴿مرج البحرين﴾ أحدهما معرفة القلب والثاني معصية النفس، بينهما برزخ الرحمة والعصمة.

﴿لا يبغيان﴾ لا تؤثر معصية النفس في معرفة القلب، وقال ابن عطاء: بين العبد وبين الرب بحران: أحدهما بحر النجاة، وهو القرآن من تعلق به نجا، والثاني بحر الهلاك وهو الدنيا من تمسك بها وركن إليها هلك، وقيل: بحرا الدنيا والعقبى، بينهما برزخ وهو القبر قال الله سبحانه: ﴿ومن ورائهم برزخ الى يوم يبعثون﴾.

﴿لا يبغيان﴾ لا يحل أحدهما بالآخر، وقيل: بحرا العقل والهوى ﴿بينهما برزخ﴾ لطف الله تعالى. ﴿يخرج منهما اللؤلؤ والمرجان﴾ التوفيق والعصمة، وقيل: بحر الحياة وبحر الوفاة، بينهما برزخ وهو الأجل، وقيل: بحر الحجة والشبهة، بينهما برزخ وهو النظر والاستدلال ﴿يخرج منهما اللؤلؤ والمرجان﴾ الحق والصواب.

﴿فبأي آلاء ربكما تكذبان وله الجوار﴾ السفن الكبار ﴿المنشآت﴾ كسر حمزة سينها، وهي رواية المفضل عن عاصم تعني المقبلات المبتديات اللاتي أنشأن بجريهن وسيرهن، وقرأ الآخرون بفتحه أي المخلوقات المرفوعات المسخّرات ﴿في البحر كالأعلام * فبأي آلاء ربكما تكذّبان كل من عليها﴾ أي على الأرض من حيوان كناية عن غير مذكور كقول الناس: (ما عليها أكرم من فلان) يعنون الأرض، وما بين لابتيها أفضل منه يريدون جُزَئي المدينة ﴿فان﴾ هالك، قال ابن عباس: لمّا أنزلت هذه الآية قالت الملائكة: هلك أهل الأرض فأنزل الله تعالى ﴿كل شيء هالك إلاّ وجهه﴾ فأيقنت الملائكة بالهلاك.

---

(١) تفسير الدر المنثور: ٦ / ١٤٣ مورد الآية.
(٢) المصدر السابق.

مقتل الحسين عليه السلام

للخوارزمي

أبي المؤيد الموفق بن أحمد المكي أخطب خوارزم

المتوفى سنة ٥٦٨ هـ

تحقيق

العلامة الشيخ محمد السماوي



تصحيح

دار أنوار الهدى

وجدتهما في الجنّة؛ وأباهما في الجنّة؛ وأمهما في الجنّة؛ وخالهما في الجنّة؛ وخالتهما في الجنّة؛ وعمهما في الجنّة؛ وعمتهما في الجنّة؛ ومَن يحبُّهما في الجنّة؛ ومَن يبغضهما في النّار».

٧٥ـ وأخبرني سيد الحفاظ أبو منصور شهردار بن شيرويه الدَّيلمي ـ فيما كتبَ إليَّ مِنْ همدان ـ، حدثنا الرئيس أبو الفتح بن عبدالله الهمداني ـ كتابة ـ، حدثنا الإمام عبدالله بن عبدان، حدثنا أبو عبدالله نافع بن عليّ، حدثنا علي بن إبراهيم القطّان، حدثنا أحمد بن حمّاد الكوفي، حدثنا محمّد بن زيدان الهاشمي، حدثنا عبدالله بن عبد الرحمن الموصلي، حدثنا محمّد بن يوسف الفريابي، عن سفيان بن سعيد الثوري، عن ابن أبي نجيح، عن مجاهد، عن ابن عباس، في قوله تعالى: ﴿مرج البحرين يلتقيان﴾الرحمن/١٩ ، قال: عليّ وفاطمة، ﴿بينهما برزخ لا يبغيان﴾الرحمن/٢٠ قال: ودّ لا يتباغضان ﴿يخرج منهما اللؤلؤ والمرجان﴾الرحمن/٢٢ قال: الحسن والحسين.

٧٦ـ وأخبرني المبارك بن محمّد السقطي ـ بقراءتي عليه بدير العاقول ـ، حدثنا أبو بكر محمّد بن عبدالله ـ ببغداد ـ، حدثنا محمّد بن إسماعيل السلمي، حدثنا أصبغ بن الفرج، حدثنا عبدالله بن وهب، أخبرني عمرو بن الحرث: أنّ بكر بن سوادة حدثه، عن عبد الرّحمن بن جبير بن نفير، عن عبدالله بن عمر، قال: دخل الحسن والحسين على ـ عائشة ـ، وعليها خمارها، فشقته نصفين: ووشحت الحسن بأحدهما؛ والحسين بالآخر، ودفعت إليهما ديناراً، فانطلقا إلى النبي ﷺ، فقال لهما «ياولديّ من برّكما بهذا؟» قالا: «دفعته إلينا أمنا عائشة»، فقال رسول الله: «صدقتما، هي أمكما وأم أمكما برّ الله مَنْ برّكما، وقطع مَن قطعكما، ووصل من وصلكما».

مجمع البيان في تفسير القرآن

تأليف

أمين الإسلام أبي علي الفضل بن الحسن الطبرسي

طبعة جديدة منقحة

الجزء التاسع

دار المرتضى
بيروت

وقد روي عن سلمان الفارسي وسعيد بن جبير وسفيان الثوري: إن البحرين علي وفاطمة ﷺ، بينهما برزخ محمد ﷺ، يخرج منهما اللؤلؤ والمرجان الحسن والحسين ﷺ، ولا غرو أن يكونا بحرين لسعة فضلهما، وكثرة خيرهما، فإن البحر إنما يسمى بحراً لسعته، وقد قال النبي ﷺ لفرس ركبه، وأجراه فأحمده: «وجدته بحراً. أي: كثير المعاني الحميدة.

﴿وَلَهُ ٱلْجَوَارِ﴾ أي: السفن الجارية في الماء تجري بأمر الله ﴿ٱلْمُنشَـَٔاتُ فِى ٱلْبَحْرِ﴾ أي: المرفوعات، وهي التي رفع خشبها بعضها على بعض، وركب حتى ارتفعت وطالت. وقيل: هي المبتدآت للسير مُرتفعة القلاع. قال مجاهد: ما رفع له القلاع فهو منشأ، وما لم ترفع قلاعه فليس بمنشأ. والقلاع: جمع قِلع، وهو شراع السفينة. ﴿كَٱلْأَعْلَـٰمِ﴾ أي: كالجبال. قال مقاتل: شبَّه السفن في البحر بالجبال في البر. وقيل: ﴿المنشِئات﴾ بكسر الشين: وهي أن ينشيء الموجَ بصدرها حيث تجري، فيكون الأمواج كالأعلام من الله سبحانه على عباده بأن عَلمهم اتخاذ السفن ليركبوها، وأن جعل الماء على صفة تجري السفن عليه لأجلها.

﴿كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ﴾ أي: كل من على الأرض من حيوان فهو هالك، يفنون ويخرجون من الوجود إلى العدم. كنى عن الأرض وإن لم يجر لها ذكر، كقول أهل المدينة: ما بين لابتيها، أي: لابتي المدينة، وإنما جاز ذلك لكونه معلوماً. ﴿وَيَبْقَىٰ وَجْهُ رَبِّكَ﴾ أي: ويبقى ربك الظاهر بأدلته ظهور الإنسان بوجهه، ﴿ذُو ٱلْجَلَـٰلِ﴾ أي: العظمة والكبرياء، واستحقاق الحمد والمدح، بإحسانه الذي هو في أعلى مراتب الإحسان، وإنعامه الذي هو أصل كل إنعام. ﴿وَٱلْإِكْرَامِ﴾ يكرم أنبياءه وأولياءه بألطافه وأفضاله مع عظمته وجلاله. وقيل معناه: إنه أهل أن يُعظم وينزه عما لا يليق بصفاته، كما يقول الإنسان لغيره: أنا أُكرِمُكَ عن كذا وأُجِلُّكَ عنه، كقوله: ﴿أَهْلُ ٱلتَّقْوَىٰ﴾ أي: أهل أن يتقي. وتقول العرب: هذا وجه الرأي، وهذا وجه التدبير، بمعنى أنه الرأي والتدبير، قال الأعشى:

وأولِ الحُكْمَ على وَجْهِهِ ... لَيْسَ قَضَائي بِالهَوَى الجائِرِ

أي: قرر الحكم كما هو. وقيل: إن المراد بالوجه ما يتقرب به إلى الله تعالى، وأنشد:

أَسْتَغْفِرُ الله ذَنْباً لَسْتُ مُحْصِيَهُ، ... رَبُّ العِبادِ إليهِ الوَجْهُ، والعَمَلُ

ومتى قيل: وأي نعمة في الفناء؟ فالجواب: إن النعمة فيه التسوية بين الخلق فيه، وأيضاً فإنه وصلة إلى الثواب، وتنبيه على أن الدنيا لا تدوم، وأيضاً فإنه لطف للمُكَلَّف، لأنه لو عجل الثواب لصار ملجأ إلى العمل ولم يستحق الثواب، ففصل بين الثواب والعمل، ليفعل الطاعة لحسنها فيستحق الثواب.

﴿يَسْـَٔلُهُۥ مَن فِى ٱلسَّمَـٰوَٰتِ وَٱلْأَرْضِ﴾ أي: لا يستغني عنه أهل السماوات والأرض فيسألونه حوائجهم، عن قتادة، وقيل: يسأله أهل الأرض الرزق والمغفرة، وتسأل الملائكة لهم أيضاً الرزق والمغفرة، عن مقاتل. ﴿كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِى شَأْنٍ﴾ اختلف في معناه:

تفسير

جابر الجعفي

صاحب الامام الباقر (عليه السلام)

اعاد جمعه ورتبه

رسول كاظم عبد السادة

مركز الأبحاث العقائدية الإسلامي

انتشارات الاعتصام

٧٤٨- شرف الدين النجفي عن محمد بن العباس عن محمد بن أحمد عن محفوظ بن بشر عن ابن شمر عن جابر عن أبي عبد الله عليه السلام في قوله عزوجل: ﴿مرج البحرين يلتقيان﴾ قال: علي وفاطمة ﴿بينهما برزخ لا يبغيان﴾ قال: لا يبغي علي على فاطمة، ولا تبغي فاطمة على علي: ﴿يخرج منهما اللؤلؤ والمرجان﴾ الحسن والحسين عليهما السلام[1].

٧٤٩- أنبا عبد الرحمن قال ثنا إبراهيم قال ثنا آدم قال ثنا ورقاء عن ابن ابي نجيح عن مجاهد لا يبغيان لا يختلطان أنبا عبد الرحمن قال ثنا إبراهيم قال ثنا آدقال ثنا إسرائيل عن جابر الجعفي عن عبد الله بن يحيى عن علي ابن أبي طالب عليه السلام قال اللؤلؤ الصغار منه والمرجان العظام[2].

﴿ وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ جَنَّتَانِ ﴾ (٤٦)

﴿ وَمِنْ دُونِهِمَا جَنَّتَانِ ﴾ (٦٢)

٧٥٠- عن عوف، عن جابر، عن أبي جعفر عليه السلام قال: إن الجنان أربع وذلك قول الله تعالى: ﴿ولمن خاف مقام ربه جنتان﴾ وهو الرجل يهجم على شهوة من شهوات الدنيا وهي معصية فيذكر مقام ربه فيدعها من مخافته فهذه الآية فيه، فهاتان جنتان للمؤمنين والسابقين. أما قوله: ﴿ومن دونهما جنتان﴾ يقول: من دونهما في الفضل، وليس من دونهما في القرب، وهما لاصحاب اليمين وهي جنة النعيم وجنة المأوى، وفي هذه الجنان الاربع فواكه في الكثرة كورق الشجر والنجوم، وعلى هذه الجنان الاربع حائط محيط بها طوله مسيرة خمسمائة عام

---

(١) بحار الأنوار، ج٢٤، ص٩٧.

(٢) تفسير مجاهد بن جبر، ج٢، ص٦٤١.

هو

۱۳۱

تفسیر الصافی

الجزء الخامس

ملامحسن فیض کاشانی

به کوشش: زهرا خالوئی

الصغيرة من اللؤلؤة الصغيرة و اللؤلؤ الكبيرة من اللؤلؤة الكبيرة

و القمّي عن الصادق عليه السلام قال عليّ و فاطمة صلوات الله عليهما بحران عميقان لا يبغي أحدهما على صاحبه يَخْرُجُ مِنْهُمَا اللُّؤْلُؤُ وَ الْمَرْجانُ قال الحسن و الحسين عليهما السلام

و في المجمع عن سلمان الفارسي و سعيد بن جبير و سفيان الثوري ان الْبَحْرَيْنِ عليّ و فاطمة عليهما السلام و البرزخ محمد صلّى الله عليه و آله و اللُّؤْلُؤُ وَ الْمَرْجانُ الحسن و الحسين عليهما السلام

فَبِأَيِّ آلاءِ رَبِّكُما تُكَذِّبانِ

وَ لَهُ الْجَوارِ السفن جمع جارية الْمُنْشَآتُ قيل المرفوعات الشراع و قرئ بكسر الشين اي الرّافعات الشراع فِي الْبَحْرِ كَالْأَعْلامِ كالجبال جمع علم و هو الجبل الطويل.

فَبِأَيِّ آلاءِ رَبِّكُما تُكَذِّبانِ

كُلُّ مَنْ عَلَيْها من على وجه الأرض فانٍ.

وَ يَبْقى‏ وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلالِ وَ الْإِكْرامِ ذو الاستغناء المطلق و الفضل العام و ذلك لأنّك إذا استقريت جهات الموجودات و تصفّحت وجوهها وجدتها بأسرها فانية في حدّ ذاتها الّا وجه الله اي الوجه الذي يلي جهته و القمّي كُلُّ مَنْ عَلَيْها فانٍ قيل من على وجه الأرض وَ يَبْقى‏ وَجْهُ رَبِّكَ قال دين ربّك.

و عن السجّاد عليه السلام نحن وجه الله الذي يؤتى منه.

و في المناقب عن الصادق عليه السلام وَ يَبْقى‏ وَجْهُ رَبِّكَ قال نحن وجه الله.

و في التوحيد عن الجواد عليه السلام في حديث و إذا أفنى الله الأشياء أفنى الصّور و الهجاء، و لا ينقطع و لا يزال من لم يزل عالماً.

بی بی فاطمہؑ کا نبی پاکؐ کی واحد بیٹی ہونا

(چھٹی آیت)

ان شانئک هو الابتر. **(پارہ ۳۰ سورہ الکوثر آیت ۳)**

تحقیق تیرا دشمن وہی ہے بے نسل۔ (ترجمہ شاہ عبد القادر دہلوی)

آیت کا شانِ نزول:

نبی پاکؐ کے ہاں جب اولاد پیدا ہوئی تو آپکے بیٹے قاسم صغر سنی میں ہی فوت ہوئے تو لوگوں نے جن میں ابوجہل اور عاص بن وائل بھی شامل تھے کہا کہ نبی پاکؐ ابتر ہیں یعنی بے اولاد ہیں تو اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی کے اے نبی تیرے دشمن ابتر یعنی بے نسل اور بے اولاد ہیں۔

(تفسیر مظہری جلد ۱۰ صفحہ ۴۲۹ اردو، تفسیر قرطبی جلد ۲۲ صفحہ ۵۲۹، تفسیر الرازی جلد ۳۲ صفحہ ۱۳۳، تفسیر حقانی جلد ۵ صفحہ ۳۰۸ اردو، تفسیر ابن عطیہ جلد ۵ صفحہ ۵۳۰، اور بھی بے شمار تفاسیر ہیں)

اور اسی طرح یہی بات شیعہ تفاسیر میں بھی موجود ہے:

(تفسیر البرہان جلد ۸ صفحہ ۴۰۵، تفسیر انوار نجف جلد ۱۴ صفحہ ۱۷۲، تفسیر قمی جلد ۲ صفحہ ۴۴۵، تفسیر مجمع البیان جلد ۱۰ صفحہ ۳۵۴، تفسیر صافی جلد ۵ صفحہ ۱۸۳)

اور "ابتر" کا مطلب ہی یہ ہے کہ بے اولاد ہونا جیسا کہ عربی لغات میں بھی موجود ہے مثلاً **لغات القرآن جلد ۱ صفحہ ۴ عبد الرشید نعمانی** وغیرہ اور تفاسیر میں بھی اسکی صراحت موجود ہے۔

استدلال:

ابن کثیر نے اولاد النبی کی ترتیب کچھ یوں لکھی ہے:

پہلے زینب پھر رقیہ پھر قاسم۔۔۔ پھر ام کلثوم پھر فاطمہؑ اور حضرت فاطمہؑ سب سے چھوٹی تھیں۔

(البدایہ والنہایہ جلد ۵ صفحہ ۴۱۳، اردو)

یعنی قاسم کے انتقال کے وقت زینب اور ام کلثوم زندہ موجود تھیں تو پھر نبی پاکؐ کو ابتر کس لحاظ سے کہا گیا؟ اور اللہ نے بھی قرآن میں اسکی مذمت ان منکروں کو ابتر فرما کر کی ہے نہ کے اس بات کی صراحت دے کر کہ آپؐ کی اولاد موجود ہے۔

حاصل بحث:

ان منکرین کا نبی پاکؐ کو ابتر کہنا جبکہ زینب اور ام کلثوم موجود تھیں اس بات کی دلیل ہے کہ وہ بیٹیاں حقیقی قطعاً نہ تھیں بلکہ مجازی بیٹیاں تھیں کیونکہ اگر وہ حقیقی بیٹیاں ہوتیں تو ان منکرین کو یہ کہنے کا موقعہ ہی نہ ملتا۔ اور اللہ نے بھی جواب میں صراحت پیش نہیں کی کہ انکی اولاد موجود ہے۔

(طالب دعا)

بی بی فاطمہؑ کا نبی پاکؐ کی واحد بیٹی ہونا

فاذا نفخ فی الصور فلا انساب بینھم .. (پارہ ۱۸ سورہ مومنون آیت ۱۰۱)

پھر جب (قیامت میں) صور پھونکا جاوے گا تو ان میں (جو) باہمی رشتے ناتے (تھے) اس روز نہ رہیں گے۔ (ترجمہ اشرف علی تھانوی)

ابن عباسؓ سے اسکی تفسیر منقول ہے کہ وہ روایت کرتے ہیں کہ نبی پاکؐ نے فرمایا کہ قیامت کے دن تمام حسب ونسب منقطع ہو جائیں گے سوائے میرے حسب ونسب کے۔

(شواہد التنزیل جلد ۱ صفحہ ۵۳۰)

اسکے علاوہ مسور کہتے ہیں کہ نبی پاکؐ نے فرمایا:

فاطمة شجنة منی. .وانه ینقطع یوم القیامة الاسباب الا نسبی و سببی و تحتک ابنتھا. .

فاطمہؑ مجھ سے جڑی ہوئی ہیں اور قیامت کے دن تمام اسباب وانساب منقطع ہو جائیں گے سوائے میرے سبب ونسب کے۔ (آگے مسور کہتے ہیں) اور اس میں انکی بیٹی بھی شامل ہیں۔۔

(فضائل الصحابہ جلد ۲ صفحہ ۹۵۹) محقق نے اسکی اسناد کو صحیح کہا ہے اور امام حاکم اور ذہبی نے بھی۔

اسی طرح نبی پاکؐ نے فرمایا:

''حسنؑ و حسینؑ جوانانِ جنت کے سردار ہیں اور فاطمہؑ جنتی عورتوں کی سردار ہیں''

(فضائل الصحابہ جلد ۲ صفحہ ۹۹۰) (بسند صحیح)

پھر نبی پاکؐ نے فرمایا:

''میں تم میں دو خلیفے چھوڑ کر جا رہا ہوں۔۔ ایک اللہ کی کتاب اور ایک میری اہل بیت۔۔ پس یہ

ایک دوسرے سے جدا نہ ہونگے حتی کہ حوض کوثر پر (میرے ساتھ) وارد ہونگے''

(مسند امام احمد بن حنبل جلد ۳۵ صفحہ ۵۱۲) (بسند صحیح)

استدلال:

اللہ نے قرآن میں صاف صاف الفاظ میں فرمادیا ہے کہ قیامت کے دن تمام رشتے منقطع ہو جائیں گے لیکن نبی پاکؐ سے اس بات کی صراحت کروادی کہ نبی پاکؐ کے نسب کے علاوہ باقی تمام رشتے منقطع ہو جائیں گے۔ لیکن احادیث نبویؐ سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ قیامت کے دن فقط اہل بیت نبویؐ ہی انکے ساتھ حوض پر بھی ہونگے اور جنت کی سرداری بھی انہی کو ملی۔

تو ہمارا استدلال یہ ہے کہ اگر عثمان اور ابوالعاص حقیقی داماد تھے اور زینب، رقیہ اور ام کلثوم حقیقی بیٹیاں تھیں تو انکا کسی مقام پر نبی پاکؐ کے ساتھ ہونا ثابت ہے؟ جبکہ مسور والی روایت سے صراحت ہو رہی ہے کہ فقط ایک ہی بیٹی سے نسب ثابت ہے۔ اور خود نبی پاکؐ کا بی بی فاطمہؑ اور انکی ہی اولاد کو باقیوں سے علیحدہ کرنا اسی بات کی قوی دلیل ہے کہ محمد مصطفیٰؐ کی حقیقی بیٹی فقط بی بی فاطمہؑ ہی ہیں۔

(طالب دعا)

بی بی فاطمہؑ کا نبی پاکؐ کی واحد بیٹی ہونا

(آٹھویں آیت)

ولا تنکحوا المشرکین حتی یومنوا۔ (پارہ۲ سورہ بقرہ آیت ۲۲۱)

اور عورتوں کو کافر مردوں کے نکاح میں مت دو جب تک وہ ایمان نہ لے آئیں۔

بحث:

اس آیت میں اللہ نے صاف صاف الفاظ میں مشرکوں کو بیٹی دینے کی معانمت کردی ہے تو یہ کیسے ممکن ہے کہ نبی پاکؐ کی شریعت میں ایک کام حرام تھا یا حرام ہونے والا تھا تو خود نبی پاکؐ نے اس حرام کام کو انجام دیا؟ (معاذ اللہ)۔

کیونکہ یہ بات مسلم ہے کہ رقیہ کی شادی پہلے عتبہ بن ابولہب سے ہوئی جو کہ کافر تھا اور ام کلثوم کی شادی عتیبہ بن ابولہب سے ہوئی اور یہ بھی کافر تھا۔

(الاصابہ جلد۴ صفحہ ۱۴۹۸ ابن حجر، الاستیعاب صفحہ ۱۸۹۹ ابن عبدالبر، بنات اربعہ صفحہ ۱۷۸ مولانا محمد نافع، اثبات بنات اربعہ صفحہ ۴۷ مولانا مقبول سرور، بنات رسول باب سوئم مولانا اللہ یار خان، شرح فقہ اکبر، اسد الغابہ جلد۷ صفحہ ۳۷۴)

اور زینب کی شادی ابوالعاص بن ربیع سے ہوئی جبکہ وہ اس وقت مسلمان نہیں ہوا تھا کیونکہ جنگ بدر میں ابوالعاص کافروں کی طرف سے لڑ رہا تھا۔

(الاستیعاب صفحہ ۸۳۰)

یعنی زینب اور رقیہ و ام کلثوم کا نکاح کفار سے ہوا تھا تو یہ ممکن کیسے ہے کہ نبی پاکؐ ایک حرام فعل کے مرتکب ہوں؟ جبکہ کوئی نبی بھی وہ کام کرنے سے گریز کرتا ہے جو اسکی شریعت میں بعد میں حرام

ہونے والا ہو۔

ایک شبہ کا ازالہ:

ناصبی یہ اعتراض کرتے ہیں کہ اس وقت قرآنی آیات نازل نہیں ہوئیں تھیں اسلئے یہ جائز تھا تو نبی پاکؐ نے ان کافروں میں بیٹیاں بیاہ دیں۔ (معاذ اللہ)

اگر دیکھا جائے تو اس وقت تو محرم سے نکاح، شراب کی حرمت، زنا کی حرمت، چوری، سود کا لین دین، یہ کچھ بھی نازل نہیں ہوا تھا کیونکہ آیات ہی نہیں آئی تھیں تو کیا نبی پاکؐ ان حرام کاموں کے بھی مرتکب ہوئے؟ قطعاً نہیں۔ تو پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ بیٹیوں کی شادی کے معاملے میں نبی پاکؐ نے ایک خلاف شریعت حرام کام کر دیا؟ (معاذ اللہ)

اس بات کی وضاحت قرآن کی روشنی میں دیکھتے ہیں:

''کھانے کی وہ تمام چیزیں جو بھی بنی اسرائیل پر حلال تھیں حضرت یعقوب نے تورات کے نزول سے پہلے خود پر حرام کرلیں'' **(پارہ ۴ سورہ آل عمران آیت ۹۳)**

اس سے یہ بات اظہر من الشمس ہو جاتی ہے کہ نبی ان تمام حرام کاموں سے اجتناب کرتے ہیں جو انکی شریعت میں ابھی حرام ہونے ہوں جیسا کہ یعقوب نے تورات کے نزول سے پہلے ہی حرام چیزیں خود پر حرام کرلیں تو سرور انبیاء کی نسبت یہ کہنا کہ انہوں نے ایک حرام کام قرآن کی آیت کے نزول سے پہلے کیا (معاذ اللہ) صریح طور پر قرآن کے بھی مخالف ہے اور نبی پاکؐ کی توہین بھی ہے۔ کیونکہ خود نبی پاکؐ فرماتے ہیں:

''میں اس وقت بھی نبی تھا جب آدم پانی اور مٹی کے درمیان تھے''

(ترمذی شریف جلد ۲ صفحہ ۶۶۷، اردو) **(حدیث حسن صحیح)**

یعنی نبی پاکؐ اعلان نبوت سے پہلے بھی نبی ہی تھے تو وہ ایک نبی ہوکر جن کے پاس تمام انبیاء کی شریعت کا نچوڑ تھا کیسے اس عمل کے مرتکب ہو سکتے تھے؟

جبکہ خود نبی پاکؐ کا فرمان بھی ہے:

''اگر تمہارے پاس کوئی ایسا شخص آ جائے جس کے دین سے تم راضی ہو اور اسکے اخلاق کو بھی پسند کرتے ہو تو اس سے (اپنی بیٹی) کا نکاح کردو۔

(ترمذی شریف جلد ۱ صفحہ ۴۳۳، اردو) **(حدیث حسن)**

تو کیا نبی پاکؐ ان کافروں کا دین پسند کرتے تھے؟ (معاذ اللہ) لہذا یہ نبی پاکؐ پر سراسر افتراء ہے کہ انکی چار بیٹیاں تھیں جن میں سے تین کفار سے بیاہ دی گئیں۔

استدلال:

ہمارا استدلال اس سے یہ ہے کہ نبیؐ کوئی ایسا کام نہیں کرتے جو انکی شریعت میں حرام ہو چکا ہو یا ہونے والا ہو تو پھر ممکن ہی نہیں کہ نبی پاکؐ اپنی سگی بیٹیاں کفار کو دے دیتے۔ لہذا یہ عقیدہ رکھنا کہ نبی پاکؐ کی چار حقیقی بیٹیاں تھیں قرآن کے سراسر مخالف عقیدہ ہے اور سنت رسولؐ کے بھی سراسر مخالف ہے۔

(طالب دعا)

الإصابة

فى تمييز الصحابة

للحافظ أبى الفضل أحمد بن على بن حجر العسقلانى

تحقيق

الدكتور عبد الله بن عبد المحسن التركي

بالتعاون مع

مركز هجر للبحوث والدراسات العربية والإسلامية

الدكتور عبد السند حسن يمامة

الجزء الرابع عشر

وفى « صحيحِ البخارىِّ » و« طبقاتِ ابنِ سعدٍ »[1] عن أنسٍ ، رأيتُ النبىَّ ﷺ على قبرِها ، فرأيتُ عَيْنَيْه تَدْمعان ، فقال: « فيكم أحدٌ لم يُقارِفِ[2] الليلةَ؟ » . فقال أبو طَلْحةَ: أنا . فقال: « انزِلْ فى قبرِها » . وقال الواقدىُّ بسندٍ له: نزَل فى حفرتِها علىٌّ والفضلُ وأسامةُ بنُ زيدٍ . وقال غيرُه: كان عُتبةُ وعُتَيْبةُ [٥/٢٥١و] ابنَا أبى لهبٍ تزوَّجا رُقَيَّةَ وأمَّ كلثومٍ ابنتَى رسولِ اللهِ ﷺ ، فلما نزَلت: ﴿تَبَّتْ يَدَآ أَبِي لَهَبٍ وَتَبَّ﴾ . قال أبو لهبٍ لابنَيْه: رأسى بينَ رُءوسِكُما حرامٌ إن لم تُطَلِّقَا ابنتَى محمدٍ . وقالت لهما أمُّهما حمَّالةُ الحطَبِ: إن رُقَيَّةَ وأمَّ كلثومٍ صَبَأَتا[3] فطلِّقاهما . فطلَّقاهما قبلَ الدخولِ .

قلتُ: وهذا أولَى ممَّا ذكَر أبو عمرَ[4] تبعًا لابنِ سعدٍ[5] أن ولَدَى أبى لَهَبٍ تزوَّجا رُقَيَةَ وأمَّ كلثومٍ قبلَ البعثةِ ، فإنَّه فيه نظرٌ ؛ لأن أبا عمرَ نقَل الاتفاقَ على أن زينبَ أكبرُ البناتِ ، وتقدَّم[6] فى ترجمتِها أنَّها وُلِدَت قبلَ البَعْثةِ بعشرِ سنينَ ، فإذا كانت أكبرُهُنَّ بهذا السنِّ ، فكيف تُزَوَّجُ مَن هو أصغرُ منها ؟ نعم ، إن ثبَت ذلك يكونُ عقدَ نكاحٍ إلى حينِ يَحصُلُ التأهُّلُ ، فكأنَّ الفِراقَ وقَع قبلَ ذلك .

وقال ابنُ منده[7]: مات عُتبةُ قبلَ أن يدخُلَ بأمِّ كلثومٍ . وروى سليمانُ بنُ

(١) البخارى (١٣٤٢) ، والطبقات الكبرى ٨/ ٣٨.

(٢) فى الأصل ، أ ، ب : « يقارب » . وقارف امرأته إذا جامعها . النهاية ٤/ ٤٥.

(٣) فى الأصل ، أ ، ب ، م : « صبتا » .

(٤) الاستيعاب ٤/ ١٨٣٩.

(٥) الطبقات الكبرى ٨/ ٣٦، ٣٧.

(٦) تقدمت ترجمتها فى ١٣/٤١٤ (١١٣٥٤) .

(٧) معرفة الصحابة ٢/ ٩٣٠.

الاستيعاب في معرفة الأصحاب

للإمام الحافظ
أبي عمر يوسف بن عبد الله بن عبد البر القرطبي النمري
المتوفى سنة ٤٦٣ هجرية

صححه وخرج أحاديثه
عادل مرشد

دار الأعلام

وأبو عبيد هذا هو والد صَفيّة بنت أبي عبيد، وصاحب يوم الجسر المعروف بجسر أبي عبيد، وذلك أنه لمّا وَلِيَ عمر بن الخطّاب الخلافة عزل خالد بن الوليد عن العراق والأعنة، وولّى أبا عبيد بن مسعود الثقفي، وذلك سنةَ ثلاثٍ عشرة، فلقي أبو عبيد جابانَ بين الحِيْرة والقادسية، ففضَّ جَمْعَه، وقتل أصحابه وأسره، ففدى جابان نفسه منه، ثم جمع يزدجرد جموعاً عظيمة، ووجههم نحو أبي عبيد، فالتقوا بعدَ أن عبر أبو عبيد الجسر في المضيق، فاقتتلوا قتالاً شديداً، وضرب أبو عبيد مِشْفَر الفيل، وضرب أبو محجن عُرْقُوبه، وقتل أبو عبيد، وذلك في آخر شهر رمضان، أو أوّل شوال من سنة ثلاثٍ عشرة، واستُشْهِدَ يومئذٍ من المسلمين ألف وثمان مئة، وقد قيل: أربعة آلاف ما بين قتيل وغريق رحمة الله عليهم، وقد قيل: إنّ الفيل بَرَكَ يومئذٍ على أبي عبيد فقتَله بعدَ نكاية كانت منه في المشركين، وذلك في سنة ثلاثٍ من مُلك يزدجرد، وكان الّذي بعث إليهم يزدجرد مردانشاه بن بَهْمَن في أربعة آلاف دارع، وكان المثنى بن حارثةَ يومئذٍ مع أبي عبيد.

حدّثنا أحمدُ، عن أبيه، عن عبدِ الله، عن بَقِيّ، قال: حدّثنا أبو بكْرِ بنُ أبي شيبة، قال: حدّثنا أبو أسامة، عن إسماعيل، عن قيس بن أبي حازم، قال: كان أبو عبيد بن مسعود عبر الفرات إلى مِهْرانَ، فقطعوا الجسر خلفه، فقتلوه وأصحابه، قال: وأوصى إلى عمر بن الخطّاب رضي الله عنه، ورثاه أبو محجن الثّقفيّ.

٣٠٤٢ ـ أبو العاص بن الربيع بن عبدِ العزّى ابن عبدِ شمسٍ بن عبدِ مناف بن قُصَيّ، القرشيّ العَبْشَمي: صهر رسول الله ﷺ، زوج ابنته زينب أكبر بناته. كان يعرف بجرو البطحاء هو وأخوه، يقال لهما: جروا البطحاء، وقيل: بل كان ذلك أبوه وعمه. اختلف في اسمه، فقيل: لَقِيط، وقيل: مُهَشِّم، وقيل: هُشَيم، والأكثر لَقِيط. وأمّه هالة بنت خُوَيلد بن أسد، أخت خديجة لأبيها وأمها، وكان أبو العاص بن الربيع مِمّن شهد بدراً مع كفار قريش، وأسره عبد الله بن جبير بن النُّعمانِ الأنصاريّ، فلمّا بعث أهل مكّة في فداء أسراهم، قدم في فدائه أخوه عمرو بن الربيع بمال دفعته إليه زينب بنت رسول الله ﷺ، من ذلك قلادة لها كانت خديجة أمها قد أدخلتها بها على أبي العاص حين بنى عليها، فقال رسولُ الله ﷺ: «إن رأيتم أن تُطْلقوا لها أسيرَها، وتردُّوا الّذي لها فافعَلُوا»، فقالوا: نعم[1].

وكان أبو العاص بن الربيع مواخياً لرسول الله ﷺ مصافياً، وكان قد أبى أن يطلّق زينب بنت رسول الله ﷺ، إذْ مشى إليه مشركو قريش في ذلك، فشكر له رسول الله ﷺ مصاهرته، وأثنى عليه بذلك خيراً، وهاجرت زينبُ مسلمةً رضي الله عنها، وتركته على شركه، فلم يزل كذلك مقيماً على الشرك حتّى كان قبل الفتح، فخرج بتجارة إلى الشام، ومعه أموال من أموال قريش، فلمّا انصرف قافلاً لقيته سرية لرسول الله ﷺ أميرهم زيد بن حارثةَ رضي الله عنه، وكان أبو العاص في جماعةِ عِيْرٍ، وكان زيد في نحو سبعين ومئة راكب، فأخذوا ما في تلك العير من الأثقال، وأسروا ناساً منهم، وأفلتهم أبو العاص هرباً.

وقيل: إنّ رسول الله ﷺ بعث زيداً في تلك السرية قاصداً العير الّتي كان فيها أبو العاص، فلمّا قدمتِ السرية بما أصابوا، أقبل أبو العاص في الليل

---

(١) أخرجه أحمد ٦/٢٧٦، وأبو داود (٢٦٩٢) من حديث عائشة، وسنده حسن.

اِلَيْكُمْ مَنْ تَرْضَوْنَ دِيْنَهٗ وَخُلُقَهٗ فَزَوِّجُوْهُ اِلَّا تَفْعَلُوْا تَكُنْ فِتْنَةٌ فِي الْاَرْضِ وَفَسَادٌ عَرِيْضٌ

پیدا ہوگا اور بہت بڑا فساد ہوگا۔

اس باب میں ابوحاتم مزنی اور عائشہؓ سے بھی روایت ہے۔ ابوہریرہؓ کی حدیث میں عبدالحمید بن سلیمان سے اختلاف کیا گیا ہے۔ چنانچہ لیث بن سعد، ابن عجلان سے اور وہ ابوہریرہؓ سے مرسلاً روایت کرتے ہیں۔ امام بخاری کہتے ہیں۔ حدیث لیث اشبہ اور حدیث عبدالحمید غیر محفوظ ہے۔

۹٦٢۔ حدثنا محمد بن عمرو نا حاتم بن اسمٰعیل عن عبداللّٰہ بن مسلم بن ھرمز عن محمد و سعید ابنی عُبَيْدٍ عَنْ اَبِيْ حَاتِمٍ الْمُزَنِيِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا جَآءَكُمْ مَنْ تَرْضَوْنَ دِيْنَهٗ وَخُلُقَهٗ فَاَنْكِحُوْهُ اِلَّا تَفْعَلُوْا تَكُنْ فِتْنَةٌ فِي الْاَرْضِ وَفَسَادٌ قَالُوْا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ وَاِنْ كَانَ فِيْهِ قَالَ اِذَا جَآءَكُمْ مَنْ تَرْضَوْنَ دِيْنَهٗ وَخُلُقَهٗ فَاَنْكِحُوْهُ ثَلٰثَ مَرَّاتٍ

۹٦۲۔ حضرت ابوحاتم مزنیؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر تمہارے پاس کوئی ایسا شخص آئے جس کے دین سے تم راضی ہو اور اس کے اخلاق کو بھی پسند کرتے ہو تو اس سے نکاح کر دو۔ اگر ایسا نہ کیا زمین میں فتنہ برپا ہو جائے گا اور یہ بہت بڑے فساد کا موجب ہوگا۔ عرض کیا گیا: یارسول اللہ! اگر چہ وہ مفلس ہی کیوں نہ ہو؟ تو فرمایا: اگر اس کی دینداری اور اخلاق کو پسند کرتے ہو تو اسی سے نکاح کر دو۔ یہی الفاظ تین مرتبہ فرمائے۔

یہ حدیث حسن غریب ہے۔ ابوحاتم مزنی صحابی ہیں۔ لیکن ان کی اس حدیث کے علاوہ کسی اور حدیث کا ہمیں علم نہیں۔

باب ٧٣٤۔ مَاجَآءَ فِيْ مَنْ يَّنْكِحُ عَلٰى ثَلٰثِ خِصَالٍ

باب ۷۳۴۔ جو شخص تین خصلتیں دیکھ کر نکاح کرے۔

۹٦٣۔ حدثنا احمد بن محمد بن موسى نا اسحٰق بن یوسف الازرق ناعبدالملك عَنْ عَطَاءٍ عَنْ جَابِرٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ الْمَرْاَةَ تُنْكَحُ عَلٰى دِيْنِهَا وَمَالِهَا وَجَمَالِهَا فَعَلَيْكَ بِذَاتِ الدِّيْنِ تَرِبَتْ يَدَاكَ

۹٦۳۔ حضرت جابرؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: عورت سے اس کے دین، اس کے مال اور اس کی خوبصورتی کی وجہ سے نکاح کیا جاتا ہے۔ لہٰذا دیندار عورت ہی کو نکاح کے لیے اختیار کرو۔ خاک آلودہ ہوں تمہارے دونوں ہاتھ۔

اس باب میں عوف بن مالک، عائشہ، عبیداللہ بن عمر اور ابوسعیدؓ سے بھی روایت ہے۔ حضرت جابرؓ کی حدیث حسن صحیح ہے۔

باب ٧٣٥۔ مَاجَآءَ فِي النَّظَرِ اِلَى الْمَخْطُوْبَةِ

باب ۷۳۵۔ منسوبہ (منگیتر) کو دیکھنا۔

۹٦٤۔ حدثنا احمد بن منیع نا ابن ابی زائدۃ ثنی عاصم بن سلیمان عن بکر بن عبداللّٰہ الْمُزَنِيِّ عَنِ الْمُغِيْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ اَنَّهٗ خَطَبَ امْرَاَةً فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُنْظُرْ اِلَيْهَا فَاِنَّهٗ اَحْرٰى اَنْ يُّؤْدَمَ بَيْنَكُمَا

۹٦۴۔ حضرت مغیرہ بن شعبہؓ کہتے ہیں کہ انہوں نے ایک عورت سے منگنی کی تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا: اسے دیکھ لو۔ یہ تمہاری محبت کو زیادہ دوام بخشے گا۔

اس باب میں محمد بن سلمہ، جابرؓ، انسؓ، ابوحمیدؓ اور ابوہریرہؓ سے بھی روایت ہے۔ یہ حدیث حسن ہے اور یہی بعض علماء کا مسلک ہے کہ منگیتر کو دیکھنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ لیکن اس کا کوئی ایسا عضو نہ دیکھے جس کو دیکھنا حرام ہو۔ احمد اور اسحاق کا بھی یہی قول ہے۔ اس کے معنی یہی ہیں کہ منگیتر کو دیکھ لینا تمہارے درمیان محبت والفت کو دوام بخشے گا۔

بی بی فاطمہؑ کا نبی پاکؐ کی واحد بیٹی ہونا

(نویں آیت)

فی بیوت اذن اللہ ان ترفع و یذکر فیھا اسمہ یسبح لہ فیھا بالغدو و لاصال.

ان گھروں میں جنکے متعلق اللہ نے حکم دیا ہے کہ بلند کئے جائیں اور ان میں اللہ کا نام لیا جائے۔ اللہ کی تسبیح بیان کرتے ہیں صبح شام۔ **(پارہ ۱۸ سورہ النور آیت ۳۶)**

حضرت انس اور حضرت بریدہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے نبی پاکؐ سے اس آیت کے بارے میں پوچھا کہ یہ کونسے گھر ہیں؟ تو نبی پاکؐ نے فرمایا کہ انبیاء کے۔ ابو بکر اٹھے اور مولا علیؑ اور بی بی فاطمہؑ کے گھر کی طرف اشارہ کر کے کہا کیا یہ گھر ان میں شامل ہے؟ حضورؐ نے فرمایا ہاں یہ ان میں افضل ترین ہے۔

(تفسیر در منثور جلد ۵ صفحہ ۱۴۲، اردو، مناقب ابن مردویہ صفحہ ۲۸۴، شواہد التنزیل جلد ۱ صفحہ ۵۳۲، تفسیر ثعلبی جلد ۷ صفحہ ۱۰۷، تفسیر روح المعانی جلد ۱۸ صفحہ ۱۷۴، فضائل الثقلین صفحہ ۱۸۴، فضائل ابن عقدہ صفحہ ۱۹۹)

یہی تفسیر شیعہ کتب میں بھی منقول ہے:

(تفسیر البرہان جلد ۵ صفحہ ۳۹۳، تاویل الآیات صفحہ ۳۵۹، تفسیر جابر جعفی صفحہ ۴۵۸، تفسیر قمی جلد ۲ صفحہ ۱۰۴، تفسیر فرات جلد ۱ صفحہ ۲۸۲، تفسیر صافی جلد ۳ صفحہ ۲۰۰، تفسیر انوار نجف جلد ۱۰ صفحہ ۱۴۳)

استدلال:

اس آیت کی تفسیر میں نبی پاکؐ نے بی بی فاطمہؑ کے گھر کو تمام انبیاء کے گھروں سے افضل فرما دیا اور

رقیہ، ام کلثوم اور زینب میں سے کسی کے گھر کا نام تک نہیں لیا۔ اور خلیفہ سوئم عثمان صاحب جنکو ''ذوالنورین'' دونوروں والا کہا جاتا ہے ان جناب کے گھر کی طرف بھی اشارہ تک نہیں کیا۔ ایسا کیوں؟

لہذا اس سے ثابت ہوتا ہے کہ نبی پاکؐ کی نظر میں بھی ایک ہی گھر تھا فقط بی بی فاطمہؑ کا جو تمام انبیاء کے گھروں سے بھی افضل تھا کیونکہ وہی حقیقی بیٹی تھیں۔ ورنہ اگر باقی تین بھی حقیقی ہوتیں تو انکی طرف بھی اشارہ ضرور ہوتا۔

(طالب دعا)

٤

فضائل الثقلين

من كتاب

توضيح الدلائل على ترجيح الفضائل

تأليف

شهاب الدين احمد بن جلال الدين الحسيني الشافعي الإيجي

تحقيق

حسين الحسني البيرجندي

مركز التحقيقات و الدراسات العلمية

التابع للمجمع العالمي للتقريب بين المذاهب الإسلامية

الله عزّ وجلّ: ﴿عَنِ الصِّرَاطِ لَنَاكِبُونَ﴾ قال: «عن ولايته».

رواه الإمام الصالحاني[١].

سورة النور

قوله تعالى: ﴿فِي بُيُوتٍ أَذِنَ اللَّهُ﴾ الآيتين[٢]

٥٢٣ وبالإسناد المذكور، عن أنس وبريدة، قالا:

قرأ رسول الله ﷺ هذه الآية ﴿فِي بُيُوتٍ أَذِنَ اللَّهُ﴾ إلى قوله تعالى: ﴿وَالْأَبْصَارُ﴾ فقام إليه رجل فقال: أيّ بيوت هذه يارسول الله؟ قال ﷺ: «بيوت الأنبياء» فقام إليه أبو بكر فقال: يارسول الله، هذا البيت منها، أي: بيت عليّ وفاطمة ﷺ؟ قال ﷺ: «نعم، من أفاضلها».

رواه الإمام الصالحاني[٣].



سورة الفرقان

قوله تعالى: ﴿وَهُوَ الَّذِي خَلَقَ مِنَ الْمَاءِ بَشَرًا فَجَعَلَهُ نَسَبًا وَصِهْرًا﴾[٤]

٥٢٤ وبالإسناد المذكور، عن كثير بن كلثمة، عن أبي جعفر ﷺ، قال: «هو عليّ وفاطمة».

رواه الإمام الصالحاني[٥].

٥٢٥ وعن محمّد بن سيرين ﷺ في هذه الآية: أنّها نزلت في النبي ﷺ وعليّ بن أبي طالب ﷺ، هو ابن عمّه وزوج ابنته فاطمة ﷺ، وكان نسباً وكان صهراً.

---

١. مناقب عليّ بن أبي طالب ﷺ لابن مردويه: ٢٨٣ رقم ٤٤٥، ينابيع المودة ١: ٣٣٩ رقم ٢٢، تفسير فرات الكوفي: ٢٧٨ رقم ٣٧٨، بحار الأنوار ٣٥: ٣٧٢ رقم ١٩.

٢. الآيتان: ٣٧ و٣٨.

٣. مناقب عليّ بن أبي طالب ﷺ لابن مردويه: ٢٨٤ رقم ٤٤٧، ورواه في الدرّ المنثور ٥: ٥٠، وكشف الغمّة ١: ٣٢٦، وكشف اليقين: ٢٧٧، وشواهد التنزيل ١: ٥٣٢ رقم ٥٦٧.

٤. الآية: ٥٤.

٥. مناقب عليّ بن أبي طالب ﷺ لابن مردويه: ٢٨٥ رقم ٤٤٩، ورواه في كشف الغمّة ١: ٣٢٩، وفي البحار ٣٥: ٣٦٢ رقم ٥.

الكشف والبيان

المعروف

تفسير الثعلبي

للإمام الهمام أبو إسحاق أحمد المعروف بالإمام الثعلبي

ت ٤٢٧ هـ

دراسة وتحقيق

الإمام أبي محمد بن عاشور

مراجعة وتدقيق

الأستاذ نظير الساعدي

الجزء السابع

دار إحياء التراث العربي

بيروت - لبنان

بن إبراهيم الجوهري قال: حدّثنا عليّ بن أشكاب قال: حدّثنا محمد بن ربيعة الكلابي عن بكير بن شهاب عن سعيد بن جبير عن ابن عباس قال: المساجد بيوت الله عزّ وجلّ في الأرض، هي تضيء لأهل السماء كما تضيء النجوم لأهل الأرض.

وقال عمرو بن ميمون: أدركت أصحاب رسول الله ﷺ وهم يقولون: المساجد بيوت الله حقّ على الله أن يكرم من زاره فيها.

وأخبرنا الحسين[1] بن محمد بن الحسين قال: حدّثنا أحمد بن إبراهيم بن شاذان قال: حدّثنا عبيد الله بن ثابت الحريري[2] قال: حدّثنا أبو سعيد الأشجّ قال: حدّثنا أبو أسامة عن صالح بن حيّان عن ابن أبي[3] بريدة في قوله سبحانه ﴿**في بيوت أذن الله أن ترفع**﴾ الآية. قال: إنما هي أربع مساجد لم يبنها إلّا نبيّ: الكعبة بناها إبراهيم وإسماعيل فجعلاها قبلة، وبيت المقدس بناه داود وسليمان، ومسجد المدينة بناه رسول الله ﷺ، ومسجد قباء أُسّس على التقوى، بناه رسول الله ﷺ.

وأخبرني أبو عبد الله الحسين بن محمد الدينوري[4] قال: حدّثنا أبو زرعة أحمد بن الحسين بن علي الرازي قال: حدّثنا أبو العباس أحمد بن محمد بن سعيد الهمداني بالكوفة قال: حدّثنا المنذر بن محمد القابوسي قال: حدّثني الحسين بن سعيد قال: حدّثني أبي عن أبان بن تغلب عن نفيع بن الحرث عن أنس بن مالك وعن بريدة قالا: قرأ رسول الله ﷺ هذه الآية ﴿**في بيوت أذن الله أن ترفع ويذكر فيها اسمه**﴾ إلى قوله ﴿**والأبصار**﴾ فقام رجل فقال: أيّ بيوت هذه يا رسول الله؟ قال: «بيوت الأنبياء».

قال: فقام إليه أبو بكر فقال: يا رسول الله هذا البيت منها ـ لبيت عليّ وفاطمة ـ؟

قال: «نعم من أفاضلها» [٦٣][5].

الصادق: بيوت النبي ﷺ. السدّي: المدينة.

وأولى الأقوال بالصواب أنها المساجد لدلالة سياق الآية على أنها بيوت بنيت للصلاة والعبادة.

فإن قيل: ما الوجه في توحيده المشكاة والمصباح وجمع البيوت، لا يكون مشكاة واحدة إلّا في بيت واحد؟.

---

(١) في النسخة الثانية: الحسن.

(٢) في النسخة الثانية: الحدوي.

(٣) في النسخة الثانية: ابن بريدة.

(٤) في النسخة الثانية: أبو عبد الله الدينوري.

(٥) الدرّ المنثور: ٥ / ٥٠.

تفسیر دُرِّ منثور مترجم

جلد پنجم

تالیف

امام جلال الدین عبدالرحمٰن بن ابی بکر السیوطی رحمۃ اللہ علیہ

ترجمہ متن قرآن

ضیاء الامت پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ علیہ

مترجمین

سید محمد اقبال شاہ ۔ محمد بوستان ۔ محمد انور مگھالوی

ادارہ ضیاء المصنفین بھیرہ شریف

ضیاء القرآن پبلی کیشنز

لاہور ۔ کراچی ۔ پاکستان

امام عبد بن حمید رحمہ اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ بُیُوْتٍ سے مراد مساجد ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے بنانے اور ان کے بلند کرنے کا حکم دیا ہے اور ان کو آباد کرنے اور صاف ستھرا رکھنے کا حکم دیا ہے۔

امام عبد بن حمید اور ابن جریر نے حضرت مجاہد سے یہ قول نقل کیا ہے کہ بُیُوْتٍ سے مراد مساجد ہیں جنہیں بنایا جاتا ہے۔ (1)

امام عبد الرزاق اور ابن جریر رحمہما اللہ نے حضرت حسن بصری رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ تُرْفَعَ کا معنی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ذکر سے اللہ کی عظمت بیان کی جائے اور یُسَبِّحُ سے مراد ہے ان میں اللہ کی نماز پڑھی جائے۔ (2)

امام ابن ابی حاتم نے ابن زید سے یہ قول نقل کیا ہے بُیُوْتٍ سے مراد چار مساجد ہیں جنہیں صرف انبیاء نے بنایا ہے، کعبہ جسے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اور اسماعیل علیہ السلام نے بنایا، بیت المقدس جسے حضرت داؤد اور حضرت سلیمان علیہما السلام نے بنایا، مسجد نبوی جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنایا اور مسجد قبا جس کی بنیاد تقویٰ پر رکھی گئی جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنایا۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت انس بن مالک اور حضرت بریدہ رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کی تلاوت کی تو ایک آدمی اٹھا، عرض کی یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم یہ کون سے گھر ہیں؟ فرمایا انبیاء کے گھر۔ حضرت ابوبکر صدیق اٹھے عرض کی یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم یہ گھر بھی ان میں سے ہے؟ حضرت علیؓ اور حضرت فاطمہؓ کے گھر کی طرف اشارہ کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں۔ یہ ان میں افضل ترین ہے۔

امام ابن ابی شیبہ، امام مسلم، امام نسائی، ابن ماجہ اور ابن مردویہ رحہم اللہ نے حضرت ابن بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی کو سنا جو مسجد میں اعلان کر رہا تھا کس نے سرخ اونٹ پایا؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تین دفعہ فرمایا تو اسے نہ پائے، یہ مساجد بنائی گئی ہیں اس مقصد کے لیے جس مقصد کے لیے بنائی گئی ہیں (3)۔ ابوسنان شیبانی نے ان تُرْفَعَ کا معنی تعظیم کیا ہے یعنی ان کی تعظیم بجا لائی جائے۔

امام احمد، ابوداؤد، ترمذی اور ابن ماجہ رحہم اللہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گھروں میں مسجدیں بنانے کا حکم دیا ہے اور یہ حکم دیا کہ انہیں پاک صاف رکھا جائے۔ (4)

امام احمد نے عروہ بن زبیر سے وہ اس سے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ سے روایت نقل کرتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں اپنے گھروں میں مساجد بنانے کا حکم دیتے تھے اور اس کا حکم دیتے کہ اس کی تعمیر کو درست کریں اور اس کو صاف رکھیں۔

ابن ابی شیبہ اور ابو یعلیٰ نے حضرت ابن عمر سے روایت نقل کی ہے کہ حضرت عمر مسجد میں ہر جمعہ کو دھونی دلایا کرتے تھے۔ (5)

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسجد میں علم

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 18، صفحہ 172، داراحیاء التراث العربی بیروت 2۔ ایضاً، جلد 18، صفحہ 173

3۔ سنن ابن ماجہ مع شرح، باب النہی عن انشاد الضوال فی المساجد، جلد 1، صفحہ 416 (765)، دارالکتب العلمیہ بیروت

4۔ سنن ترمذی، باب ماذکر فی تطیب المساجد، جلد 2، صفحہ 489 (594)، دارالحدیث القاہرہ

5۔ مصنف ابن ابی شیبہ، باب فی تخلیق المساجد، جلد 2، صفحہ 141 (7445)، مکتبۃ الزمان مدینہ منورہ





تأويل الآيات الظاهرة

في

فضائل العترة الطاهرة

للمفسر الكبير والعالم النحرير

السيد شرف الدين علي الحسيني الأسترابادي الغروي

من علماء النصف الثاني من القرن العاشر

مؤسسة النشر الإسلامي
التابعة لجماعة المدرسين بقم المشرفة

مالك؛ وعن بريدة قال: قرأ رسول الله صلّى الله عليه وآله وسلّم: «في بيوت أذن الله أن ترفع ويذكر فيها اسمه يسبّح له فيها بالغدوّ والآصال» فقام إليه رجل فقال: أيّ بيوت هذه يا رسول الله؟ فقال: بيوت الأنبياء. فقام إليه أبوبكر فقال: يا رسول الله هذا البيت منها؟ -وأشار إلى بيت عليّ وفاطمة عليهما السّلام- قال: نعم من أفضلها.

و قال أيضاً: حدّثنا محمّد بن الحسن بن عليّ، عن أبيه قال: حدّثنا أبي، عن محمّد بن عبدالحميد، عن محمّد بن الفضيل قال: سألت أباالحسن عليه السّلام عن قول الله عزّوجلّ: «في بيوت أذن الله أن ترفع ويذكر فيها اسمه» قال: بيوت محمّد صلّى الله عليه وآله وسلّم ثمّ بيوت عليّ عليه السّلام منها(١).

و قال أيضاً: حدّثنا محمّد بن همّام، عن محمّد بن إسماعيل، عن عيسى بن داود قال: حدّثنا الإمام موسى بن جعفر، عن أبيه عليهما السّلام في قول الله عزّوجلّ: «في بيوت أذن الله أن ترفع ويذكر فيها اسمه يسبّح له فيها بالغدوّ والآصال رجال» قال: بيوت آل محمّد(٢) بيت عليّ عليه السّلام وفاطمة والحسن والحسين وحمزة وجعفر عليهم السّلام. قلت: «بالغدوّ والآصال» قال: الصّلاة في أوقاتها.

قال: ثمّ وصفهم الله عزّوجلّ فقال: «رجال لا تلهيهم تجارة ولا بيع عن ذكر الله وإقام الصّلاة وإيتاء الزّكاة يخافون يوماً تتقلّب فيه القلوب والأبصار» قال: هم الرّجال لم يخلط الله معهم غيرهم. ثمّ قال: «ليجزيهم الله أحسن ما عملوا ويزيدهم من فضله» قال: ما اختصّهم به من المودّة والطّاعة المفروضة وصيّر مأواهم الجنّة «والله يرزق من يشاء بغير حساب».

و ذكر عليّ بن إبراهيم في تفسيره ما رواه عن أبيه، عن عبدالله بن جندب قال: كتبت إلى الرّضا عليه السّلام أسأله عن هذه الآية: «الله نور السّموات

---

(١) هذا الخبر ساقط من نسخة «م».

(٢) في «د»: «بيوت النبي وآل محمّد».

جلد نمبر ۱۰

۱۵

کی کمال معرفت سے بے بہرہ ہیں۔ میں نے عرض کی حضور! وہ کون سی آیت ہے تو آپ نے آیت نور کی تلاوت فرمائی اور مجھ اس کی وضاحت یہ کی کہ مشکوٰۃ حضرت محمد مصطفےٰ ہیں فِيهَا مِصْبَاحٌ اقول۔ اس لفظ کا مصداق آپ نے نہیں بتایا غالباً بوقت بیان یہ لفظ پڑھ کر اپنے سینہ کی طرف اشارہ کر کے اپنی ذات مراد لی ہو۔ پس آگے چل کر فرمایا الْمِصْبَاحُ فِي زُجَاجَةٍ۔ زجاجہ سے مراد حسین و حسن علیہما السلام ہیں كَوْكَبٌ دُرِّيٌّ علی ابن الحسین زین العابدین علیہ السلام ہیں۔ يُوقَدُ مِنْ شَجَرَةٍ مُبَارَكَةٍ۔ حضرت محمد بن علی الباقر علیہ السلام ہیں۔ زَيْتُونَةٍ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام ہیں۔ لَا شَرْقِيَّةٍ حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام وَلَا غَرْبِيَّةٍ حضرت امام علی رضا علیہ السلام يَكَادُ زَيْتُهَا يُضِيءُ حضرت امام محمد تقی علیہ السلام وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ حضرت امام علی نقی علیہ السلام ہیں۔ نُورٌ عَلَىٰ نُورٍ حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام ہیں اور يَهْدِي اللَّهُ لِنُورِهِ مَنْ يَشَاءُ سے مراد امام مہدی علیہ السلام ہیں۔ وَيَضْرِبُ اللَّهُ الْأَمْثَالَ لِلنَّاسِ وَاللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ یعنی اللہ لوگوں کے لئے مثالیں بیان کرتا ہے اور اللہ ہر شے کو جاننے والا ہے۔

بیوت کی تفسیر

فِي بُيُوتٍ مشکوٰۃ کی صفت ہے۔ یعنی وہ نور جس کی مثال مشکوٰۃ سے دی گئی ہے وہ ایسے گھروں میں ہے جن کے بلند کرنے اور ان کی عزت و احترام کرنے کا اللہ نے حکم دیا ہے جن میں صبح و شام اللہ کی تسبیح اور اس کا ذکر ہوتا رہتا ہے اور ایسے بندے اس کا ذکر و تسبیح کرتے ہیں جن کو تجارت اور خرید و فروخت اللہ کے ذکر اور نماز و زکوٰۃ سے روک نہیں سکتی اور اس دن کا خوف کرتے ہیں جس دن دلوں اور آنکھوں میں انقلاب رونما ہوگا۔

تفسیر مجمع البیان میں ابن عباس اور حسن بصری کا قول منقول ہے کہ ان گھروں سے مراد مساجد ہیں۔ اور گذشتہ بعض روایات آیت بھی اس کی شاہد ہیں اور حضرت رسالتمآبؐ سے مروی ہے۔ اَلْمَسَاجِدُ بُيُوتُ اللهِ فِي الْأَرْضِ وَهِيَ تُضِيءُ لِأَهْلِ السَّمَاءِ كَمَا تُضِيءُ النُّجُومُ لِأَهْلِ الْأَرْضِ۔ یعنی مساجد زمین پر اللہ کے گھر ہیں اور یہ آسمان والوں کے لئے اس طرح چمکتی ہیں جس طرح زمین والوں کے لئے ستارے چمکتے ہیں بعض مفسرین نے کہا ہے کہ عام مساجد مراد نہیں بلکہ اس سے مراد وہ چار مساجد ہیں جن کو انبیاء نے تعمیر کیا ہے (۱) کعبہ جس کو حضرت ابراہیمؑ و حضرت اسمٰعیلؑ نے تعمیر فرمایا (۲) بیت المقدس جس کو حضرت داؤدؑ اور حضرت سلیمانؑ نے بنایا اور مدینہ میں مسجد نبوی اور مسجد قبا جن کی تعمیر حضرت رسالتمآبؐ کے ہاتھوں ہوئی۔

دوسرا قول یہ ہے کہ ان بیوت سے مراد بیوت انبیاء ہیں چنانچہ ایک حدیث میں ہے کہ جب یہ آیت مجیدہ پڑھی گئی تو کسی نے آنحضرتؐ سے ان گھروں کے متعلق سوال کیا جن کا آیت میں ذکر ہے تو آپ نے فرمایا ان سے مراد انبیاء کے گھر ہیں پس ابوبکر نے کھڑے ہو کر حضرت علی و بتول علیہما السلام کے گھر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے دریافت کیا۔ يَا رَسُولَ اللهِ هٰذَا الْبَيْتُ مِنْهَا کہ کیا یہ گھر بھی ان میں سے ہے؟ تو آپؐ نے فرمایا۔ نَعَمْ مِنْ أَفَاضِلِهَا۔ ہاں حضرت! ان میں سے نہیں بلکہ ان کے بہترین میں سے ہے۔ اور علامہ طبرسی فرماتے ہیں کہ آیت تطہیر اس قول کی تائید کرتی ہے جو آیت میں اہل بیت یعنی گھر والوں کی تطہیر کا ذکر ہے اور اللہ نے ان گھروں کی جس بلندی کا اذن دیا ہے اس بلندی سے مراد تعظیم اور ہر جس سے پاکیزگی اور گناہوں کی میل و کثافت سے طہارت و علیحدگی ہے اور بعض علماء نے اس مقام پر رفع سے مراد یہ لیا ہے کہ ان کے گھروں میں حاجات کے وسیلہ

البرهان

في تفسير القرآن

تأليف

العلامة المحدث السيد هاشم البحراني

حققه وعلق عليه
لجنة من العلماء والمحققين الأخصائيين



الجزء الخامس

منشورات
مؤسسة الأعلمي للمطبوعات
بيروت - لبنان
ص.ب ٧١٢٠

عليّ بن موسى ﷺ، ﴿يَكَادُ زَيْتُهَا يُضِيءُ﴾ محمّد بن عليّ ﷺ، ﴿وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ﴾ عليّ بن محمّد ﷺ، ﴿نُورٌ عَلَىٰ نُورٍ﴾ الحسن بن عليّ ﷺ، ﴿يَهْدِي اللهُ لِنُورِهِ مَن يَشَاءُ﴾ القائم المهديّ ﷺ ﴿وَيَضْرِبُ اللهُ الأَمْثَالَ لِلنَّاسِ وَاللهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ﴾».

فِي بُيُوتٍ أَذِنَ اللَّهُ أَن تُرْفَعَ وَيُذْكَرَ فِيهَا ٱسْمُهُۥ يُسَبِّحُ لَهُۥ فِيهَا بِٱلْغُدُوِّ وَٱلْءَاصَالِ ﴿٣٦﴾ رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَـٰرَةٌ وَلَا بَيْعٌ عَن ذِكْرِ ٱللَّهِ وَإِقَامِ ٱلصَّلَوٰةِ وَإِيتَآءِ ٱلزَّكَوٰةِ يَخَافُونَ يَوْمًا تَتَقَلَّبُ فِيهِ ٱلْقُلُوبُ وَٱلْأَبْصَـٰرُ ﴿٣٧﴾ لِيَجْزِيَهُمُ ٱللَّهُ أَحْسَنَ مَا عَمِلُوا۟ وَيَزِيدَهُم مِّن فَضْلِهِۦ ۗ وَٱللَّهُ يَرْزُقُ مَن يَشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿٣٨﴾

١ ـ **عليّ بن إبراهيم**، في آخر رواية عبد الله بن جُندُب، في مُكاتَبَتِه إلى أبي الحسن ﷺ، وقد تقدّمتْ في قوله ﴿اللهُ نُورُ السَّمٰوَاتِ وَالأَرْضِ﴾ إلى قوله تعالى: ﴿بِغَيْرِ حِسَابٍ﴾ وأنّها في أهل البيت، قال: والدليل على أنّ هذا مَثَل لهم، قوله تعالى: ﴿فِي بُيُوتٍ أَذِنَ اللهُ أَن تُرْفَعَ وَيُذْكَرَ فِيهَا اسْمُهُ يُسَبِّحُ لَهُ فِيهَا بِالْغُدُوِّ وَالآصَالِ﴾ ـ إلى قوله تعالى ـ ﴿بِغَيْرِ حِسَابٍ﴾[1].

٢ ـ **ثمّ قال عليّ بن إبراهيم**: حدّثنا محمّد بن همّام، قال: حدّثنا جعفر بن محمّد بن مالك، قال: حدّثنا القاسم بن الربيع، عن محمّد بن سنان، عن عمّار بن مروان، عن مُنخّل، عن جابر، عن أبي جعفر ﷺ، في قوله: ﴿فِي بُيُوتٍ أَذِنَ اللهُ أَن تُرْفَعَ وَيُذْكَرَ فِيهَا اسْمُهُ﴾، قال: «هي بيوتُ الأنبياء، وبيتُ عليّ ﷺ منها»[2].

٣ ـ **محمّد بن يعقوب**: عن عدّة من أصحابنا، عن أحمد بن محمّد بن خالد، عن أبيه، عمّن ذكره، عن محمّد بن عبد الرحمٰن بن أبي ليلى، عن أبيه، عن أبي عبد الله ﷺ، قال: «إنّكم لا تكونون صالحين حتّى تَعرفوا، ولا تَعرفون حتّى تُصدّقوا، ولا تُصدّقون حتّى تُسلّموا، أبواباً أربعة، لا يَصلُح أوّلها إلاّ بآخرها، ضلّ أصحاب الثلاثة وتاهوا تيهاً بعيداً، إنّ الله تبارك وتعالى لا يقبَل إلاّ العمل الصالح، ولا يقبَل الله إلاّ الوَفاء بالشروط والعُهود، فمن وَفَى لله عزّ وجلّ بشرطه، واستَعمَل ما وصَف في عَهده، نال ما عنده، واستكمَل ما وَعده. إنّ الله تبارك

(١) تفسير القمي ج ٢ ص ٨٠.
(٢) تفسير القمي: ج ٢ ص ٧٩.

بی بی فاطمہؑ کا نبی پاکؐ کی واحد بیٹی ہونا

(دسویں آیت)

واعلموا انما غنمتم من شی ء فان للہ خمسہ وللرسول ولذی القربی والیتمی والمسکین و ابن السبیل. **(پارہ ۱۰ سورہ انفال آیت ۴۱)**

اور یہ جان لو کہ جو چیز تم کو بطور غنیمت حاصل ہو تو اس میں سے پانچواں حصہ اللہ اور اس کے رسولؐ کا ہے اور ایک حصہ نبی پاکؐ کے قرابتداروں کا ہے۔۔۔۔

بحث:

یہ آیت خُمس کے بارے میں ہے کہ خُمس میں سے پانچواں حصہ اللہ اور اسکے رسول کا ہے اور ایک حصہ نبی پاکؐ کے قرابتداروں یعنی قریبیوں کا ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ ان قریبیوں میں کون کون شامل ہیں۔

خود سُنیوں کے بڑوں نے قبول کیا ہے کہ ان قرابتداروں سے مراد بنو ہاشم اور بنو عبدالمطلب ہیں۔

(تفسیر طبری جلد ۱۱ صفحہ ۱۹۳، تفسیر دُرمنثور جلد ۳ صفحہ ۵۸۴، صحیح مسلم جلد ۳ صفحہ ۹۳، اردو)

اور ابن کثیر نے لکھا ہے کہ جمہور کا کہنا ہے کہ اس سے مراد بنو ہاشم اور بنو عبدالمطلب ہیں۔

(تفسیر ابن کثیر جلد ۷ صفحہ ۸۷)

یعنی کے فقط ہاشمی خاندان ہی ہے جو کہ آپؐ کے قرابتدار ہیں اور آپؐ کے زیادہ قریبی ہیں۔ تو عثمان کو کیوں ان قرابتداروں میں نہیں لیا گیا جبکہ سُنی انکو "ذوالنورین" کہتے ہیں کہ نبی پاکؐ نے دو بیٹیاں انکو دی تھیں؟ اسکی مکمل وضاحت ہوتی ہے ان روایات سے جو ہم پیش کرتے ہیں۔

مولا علیؑ نے نبی پاکؐ سے فرمایا کہ کیا آپؐ مجھے اس خمس پر والی نہیں بنائیں گے جو اللہ نے ہمارے

لئے خاص کیا؟ پس نبی پاکؐ نے انکو اسکا والی بنا دیا۔

(تفسیر درمنثور جلد۳ صفحہ۵۸۶ ،اردو، مناقب ابن مردویہ صفحہ۲۴۹)

اسکے علاوہ روایت ہے کہ نبی پاکؐ نے خمس میں سے مولا علیؑ کو اونٹنی بھی عطا کی۔

(صحیح بخاری جلد۴ صفحہ۴۶۳ ،اردو)

جبکہ عثمان نبی پاکؐ کے پاس آکر کہتے ہیں کہ آپؐ بنو عبد المطلب کو خمس دیتے ہیں مگر ہمیں نہیں دیتے کیا ہم اور وہ برابر نہیں؟ تو نبی پاکؐ نے فرمایا کہ بنو عبد المطلب نے جاہلیت اور اسلام دونوں میں مجھ سے علیحدگی اختیار نہیں کی۔

(تفسیر طبری جلد۱۱ صفحہ۱۹۵، تفسیر ابن کثیر جلد۷ صفحہ۸۷، تفسیر فتح البیان جلد۵ صفحہ۱۸۱)

استدلال:

مولا علیؑ جو کہ نبی پاکؐ کے حقیقی داماد تھے انکو نبی پاکؐ سارا خمس کا مال دے رہے ہیں اور عثمان جو بقول سُنیوں کے نبی پاکؐ کے ڈبل داماد تھے وہ نبی پاکؐ سے خمس کا مال لینے کے لئے شکوہ کر رہے ہیں۔ ایسا کیوں؟ اس سے واضح طور پر یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ عثمان نبی پاکؐ کے قرابتداروں میں سے نہیں تھے کیونکہ اگر قرابتدار ہوتے تو انکی نسبت مولا علیؑ سے ڈبل نبی پاکؐ کے ساتھ بنتی اور انکو ضرور مال دیا جاتا۔ لہذا ثابت ہوا کہ نبی پاکؐ کی ایک ہی حقیقی بیٹی تھیں کیونکہ اگر رقیہ و ام کلثوم بھی حقیقی بیٹیاں ہوتیں تو عثمان کو دامادی کی وجہ سے ضرور قرابتداروں میں شمار کر کے مال دیا جاتا۔

(طالب دعا)

تفسير القرآن العظيم

للإمام الجليل الحافظ عماد الدين أبي الفداء
إسماعيل بن كثير الدمشقي
المتوفى سنة ٧٧٤ هـ

هذه الطبعة أول طبعة مقابلة على النسخة الأزهرية
وكذلك على نسخة كاملة بدار الكتب المصرية

تحقيق

مصطفى السيد محمد — محمد السيد رشاد
محمد فضل العجماوي — على أحمد عبد الباقي
حسن عباس قطب

المجلد السابع

مؤسسة قرطبة
طباعة . نشر . توزيع
جيزة - ت : ٥٨١٥٠٢٧

مكتبة أولاد الشيخ للتراث
٣٦ ش اليابان - عمرانية غربية - جيزة
ت : ٥٦٢٨٣١٨ - ٥٦١١٤٤٢

ونابذوهم ومالئوا[1] بطون قريش على حرب الرسول ، ولهذا كان ذم أبي طالب لهم[2] في قصيدته اللامية أشد من غيرهم ؛ لشدة قربهم ، ولهذا يقول في أثناء قصيدته :

جزىٰ اللّٰه عنا عبد شمس ونوفلا [عقوبة[3] [شر عاجل][4] غير آجل][5]
بميزان قسط لا يخيس شعيرة له شاهد من نفسه غير عائل
لقد سفهت أحلام قوم تبدلوا بني[6] خلف قيضًا بنا والغياطل
ونحن الصميم من ذؤابة هاشم وآل قصي في الخطوب الأوائل

وقال جبير[7] بن مطعم بن عدي [بن نوفل][8] : مشيت أنا وعثمان بن عفان يعني ابن أبي العاص بن أمية بن عبد شمس إلىٰ رسول اللّٰه ، صلىٰ اللّٰه عليه وسلم ، فقلنا : يا رسول اللّٰه ، أعطيت بني المطلب من خمس خيبر ، وتركتنا ونحن وهم منك بمنزلة واحدة . فقال : « **إنما بنو هاشم وبنو المطلب شيء واحد** » . رواه مسلم(١٥٥)

وفي بعض روايات هذا الحديث : « **إنهم لم يفارقونا في جاهلية ولا إسلام** »(١٥٦) .

وهذا قول جمهور العلماء ، إنهم بنو هاشم وبنو المطلب .

قال ابن جرير : وقال آخرون : هم بنو هاشم . ثم روى عن خصيف عن مجاهد قال : علم اللّٰه أن في بني هاشم فقراء ، فجعل لهم الخمس مكان الصدقة .

وفي رواية عنه ، قال : هم قرابة رسول اللّٰه ، صلىٰ اللّٰه عليه وسلم ، الذين لا تحل لهم الصدقة .

ثم روى عن علي بن الحسين نحو ذلك .

قال ابن جرير(١٥٧) : وقال آخرون بل هم قريش كلها .

---

(١٥٥) - رواه البخاري في فرض الخمس ، باب : من الدليل على أن الخمس للإمام حديث (٣١٤٠) ، وأبو داود (٢٩٧٨ ، ٢٩٧٩ ، ٢٩٨٠) والنسائي في قسم الفيء (٤١٣٦ ، ٤١٣٧) ، وابن ماجه في الجهاد (٢٨٨١) وأحمد (١٦٢٩٩ ط: إحياء التراث) ولم نقف عليه عند مسلم .

(١٥٦) - سنن النسائي ، باب : قسم الفيء (١٣٠/٧)رقم (٤١٣٧) .

(١٥٧) - تفسير ابن جرير (٥٥٥/١٣) رقم (١٦١١٧) .

---

[1] - في ز : « قالوا » .
[2] - سقط من : ت .
[3] - سقط من : ز ، خ .
[4] - في ز : « بشر عاجلًا » .
[5] - في حاشية (ز) : «عقوبة سوء من غرام مماثل» .
[6] - في خ : « بنو » .
[7] - في ز ، خ : « ابن جبير » .
[8] - ما بين المعكوفتين سقط من : ز .

مترجم

تفسیر دُرِّ منثور

جلد سوم

تالیف

امام جلال الدین عبدالرحمٰن بن ابی بکر السیوطی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۹۱۱ھ

ترجمہ متن قرآن

ضیاء الامت پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ علیہ

مترجمین

سید محمد اقبال شاہ ۔ محمد بوستان ۔ محمد انور مگھالوی

ادارہ ضیاء المصنفین بھیرہ شریف

ضیاء القرآن پبلی کیشنز

لاہور ۔ کراچی ۔ پاکستان

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ذوی القربیٰ کا حصہ بنی ہاشم اور بنی مطلب پر تقسیم فرمایا۔ راوی کا بیان ہے کہ میں اور حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ چل پڑے یہاں تک کہ آپ کے پاس حاضر ہو گئے اور ہم نے عرض کی: یا رسول اللہ! ﷺ یہ آپ کے بھائی بنی ہاشم ہیں۔ ہم ان کی فضیلت کا آپ کے اس مقام کی وجہ سے انکار نہیں کرتے جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو ان میں سے عطا فرمایا ہے۔ آپ کا ہمارے ان بھائیوں کے بارے میں جو بنی مطلب میں سے ہیں کیا خیال ہے؟ آپ نے انہیں ہم سے کم عطا کیا ہے حالانکہ ہم اور وہ نسب کے اعتبار سے ایک ہی درجہ میں ہیں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: بلاشبہ انہوں نے ہم سے جاہلیت اور اسلام دونوں زمانوں میں علیحدگی اور جدائی اختیار نہیں کی (1)۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ نے فرمایا: آل محمد ﷺ وہ ہیں جنہیں خمس دیا گیا اور وہ آل علی، آل عباس، آل جعفر اور آل عقیل ہیں۔

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ قول بیان کیا ہے آل محمد ﷺ کے لیے چونکہ صدقہ حلال نہیں کیا گیا تھا اس لیے ان کے لیے خمس کا خمس مقرر کر دیا گیا (2)۔

امام ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ نے اس آیت کی تفسیر میں کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جو کوئی چیز تم (مشرکین سے) غنیمت میں حاصل کرو۔ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَ لِلرَّسُوْلِ وَ لِذِی الْقُرْبٰى۔ ذوی القربیٰ سے مراد حضور نبی کریم ﷺ کے قرابت دار ہیں۔ وَ الْیَتٰمٰى وَ الْمَسٰكِیْنِ وَ ابْنِ السَّبِیْلِ۔ ابن سبیل سے مراد مہمان ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ کے عہد مقدس میں جب مسلمان مال غنیمت حاصل کرتے تو وہ اس کا خمس نکالتے۔ پھر اس ایک خمس کے چار حصے بناتے۔ ان میں سے ایک چوتھائی اللہ، رسول اور نبی کریم ﷺ کے قرابت داروں کے لیے ہوتا اور جو کچھ اللہ کے لیے تھا وہی رسول اللہ ﷺ اور ذوی القربیٰ کے لیے تھا۔ اور نبی کریم ﷺ کے لیے قرابت میں سے ایک آدمی کا حصہ ہوتا۔ دوسرا چوتھائی نبی کریم ﷺ کے لیے، تیسرا چوتھائی مساکین کے لیے اور چوتھا چوتھائی ابن سبیل کے لیے ہوتا۔ پھر وہ اس مال کی طرف متوجہ ہوتے جو باقی رہ جاتا اور وہ اسے اپنے حصوں پر تقسیم کر لیتے۔ جب حضور نبی کریم ﷺ کا وصال ہو گیا تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے قرابت کا حصہ ختم کر دیا اور اسے آپ اللہ تعالیٰ کے راستے میں (فی سبیل اللہ) خرچ کرنے لگے۔ اور یتامیٰ، مساکین اور ابن سبیل کے حصے باقی رکھے۔

امام ابن ابی شیبہ، بغوی، ابن مردویہ اور بیہقی رحمہم اللہ نے شعب الایمان میں بلقین کے ایک آدمی سے اور اس نے اپنے چچا کے بیٹے سے یہ قول نقل کیا ہے کہ اس نے کہا: میں نے کہا: یا رسول اللہ ﷺ اس مال کے بارے میں آپ کیا کہتے ہیں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: اس کا پانچواں حصہ اللہ تعالیٰ کے لیے ہے اور چار حصے ان کے لیے یعنی مسلمانوں کے لیے ہیں۔

1۔ مصنف ابن ابی شیبہ، باب سہم ذوی القربیٰ لمن ہو، جلد 6، صفحہ 516 (33446) مکتبۃ الزمان مدینہ منورہ

2۔ ایضاً، باب من قال من الخمس، یخمس او یضع، جلد 6، صفحہ 502 (33317) مکتبۃ الزمان مدینہ منورہ

تھے، پھر ایک آدمی کو اور پھر ایک آدمی کو۔ (یعنی آپ ﷺ باری باری ایک ایک فی سبیل اللہ حصہ عطا فرماتے تھے) (1)

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ حضور نبی مکرم ﷺ کے لیے مال غنیمت میں ایک شے ہوتی تھی۔ آپ ﷺ اسے اپنے لیے پسند فرما لیتے تھے۔ چاہے وہ خادم ہو یا گھوڑا ہو۔ پھر اس کے بعد آپ کا حصہ خمس میں سے تھا۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ ہم نے انفال (مال غنیمت) اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے حوالے کر دیا اور رسول اللہ ﷺ نے بدر میں اس سے خمس نہیں نکالا۔ اس کے بعد یہ آیت نازل ہوئی وَ اعْلَمُوْۤا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ پس بدر کے بعد ہر مال غنیمت سے رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں سے خمس قبول فرمایا۔

امام ابن ابی شیبہ اور ابن مردویہ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں عرض کی: یا رسول اللہ! ﷺ کیا آپ مجھے والی نہیں بنا دیں گے اس خمس پر جو اللہ تعالیٰ نے ہمارے لیے خاص کیا ہے؟ تو آپ ﷺ نے مجھے اس کا والی بنا دیا۔

امام حاکم رحمہ اللہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے اور اسے صحیح قرار دیا ہے کہ آپ نے فرمایا: مجھے رسول اللہ ﷺ نے خمس کا والی بنا دیا اور میں نے رسول اللہ ﷺ کی حیات طیبہ اور حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے عہد میں اس کے صحیح مواقع اور محل میں اسے خرچ کیا (2)۔

امام عبد الرزاق رحمہ اللہ نے مصنف میں حضرت مکحول رحمہ اللہ سے روایت نقل کی ہے جسے انہوں نے حضور نبی کریم ﷺ تک مرفوع ذکر کیا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: سوائے دو گھوڑوں کے اور کسی گھوڑے کا حصہ نہیں۔ اگرچہ دشمن کی جو سرحد عبور کرتے وقت اس کے ساتھ ایک ہزار گھوڑے ہوں۔ راوی نے مزید کہا: کہ رسول اللہ ﷺ نے غزوہ بدر کے دن گھوڑ سوار کے لیے دو حصے اور پیدل کے لیے ایک حصہ مقرر کیا (3)۔

امام عبد الرزاق رحمہ اللہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے گھوڑ سوار کے لیے دو حصے اور پیدل کے لیے ایک حصہ مقرر فرمایا (4)۔

امام عبد الرزاق نے حضرت قتادہ سے بیان کیا ہے کہ انہوں نے خمس کی وصیت کی اور فرمایا میں اس کے بارے وصیت کر رہا ہوں جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے لیے پسند فرمایا ہے۔ پھر یہ آیت پڑھی: وَ اعْلَمُوْۤا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ۔ (5)

امام ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ ارشاد باری تعالیٰ اِنْ كُنْتُمْ اٰمَنْتُمْ بِاللّٰهِ کی تفسیر میں حضرت

1۔ مصنف ابن ابی شیبہ، باب فی الخمس کیف یقسم، جلد 6، صفحہ 502 (33319) مکتبۃ الزمان مدینہ منورہ

2۔ مستدرک حاکم، جلد 2، صفحہ 140 (2586) دار الکتب العلمیہ بیروت

3۔ مصنف عبد الرزاق، جلد 5، صفحہ 183 (9316) المجلس العلمی بیروت

4۔ ایضاً، جلد 5، صفحہ 185 (9320)

5۔ ایضاً، جلد 9، صفحہ 66 (16363)

تفسير الطبري

جامع البيان عن تأويل آي القرآن

لأبي جعفر محمد بن جرير الطبري

(٢٢٤هـ - ٣١٠هـ)

تحقيق

الدكتور عبد الله بن عبد المحسن التركي

بالتعاون مع

مركز البحوث والدراسات العربية والإسلامية

بدار هجر

الدكتور عبد السند حسن يمامة

الجزء الحادي عشر

هجر

للطباعة والنشر والتوزيع والإعلان

وللرسولِ ؛ خمسُه يَضَعُه حيث رأى ، وخمسُه لذَوِى القربى ، وخمسُه لليتامى ، وخمسُه للمساكينِ ، ولابنِ السبيلِ خمسُه[1] .

وأما قولُه : ﴿ وَلِذِى ٱلْقُرْبَىٰ ﴾ . فإن أهلَ التأويلِ اختلَفوا فيهم ؛ فقال بعضُهم : هم قرابةُ رسولِ اللهِ ﷺ من بنى هاشمٍ .

ذكرُ مَن قال ذلك

حدَّثنا ابنُ وكيعٍ ، قال : ثنى أبى ، عن شَريكٍ ، عن خُصَيفٍ ، عن مجاهدٍ ، قال : كان آلُ محمدٍ ﷺ لا تَحِلُّ لهم الصدقةُ ، فجُعِل لهم خمسُ الخمسِ[2] .

حدَّثنا أحمدُ بنُ إسحاقَ ، قال : ثنا أبو أحمدَ ، قال : ثنا شَريكٌ ، عن خُصَيفٍ ، عن مجاهدٍ ، قال : كان النبيُّ ﷺ وأهلُ بيتِه لا يأكُلون الصدقةَ ، فجُعِل لهم خمسُ الخمسِ .

حدَّثنا أحمدُ ، قال : ثنا أبو أحمدَ ، قال : ثنا عبدُ السلامِ ، عن خُصَيفٍ ، عن مجاهدٍ ، قال : قد علِم اللهُ أن فى بنى هاشمٍ الفقراءَ ، فجعَل لهم الخمسَ مكانَ الصدقةِ[3] .

حدَّثنى محمدُ بنُ عُمارةَ ، قال : ثنا إسماعيلُ بنُ أبانٍ ، قال : ثنا الصَّبَّاحُ بنُ يحيى المُزَنيُّ ، عن السدىِّ ، عن (4)أبى الديلمِ(4) ، قال : قال علىُّ بنُ الحسينِ رحمةُ اللهِ

---

(١) ذكره ابن المنذر فى الأوسط ١١/١٠٣ .

(٢) أخرجه ابن أبى شيبة ٣/٢١٥ ، ١٢/٤٣٥ عن وكيع به ، وأخرجه ابن زنجويه فى الأموال (٧٢) من طريق شريك به .

(٣) ذكره ابن كثير فى تفسيره ٤/٧ عن خصيف به ، وعزاه إلى المصنف .

(٤ - ٤) فى م : « ابن الديلمى » . وهو أبو الديلم حذلم بن بشير ، الإكمال ٢/٤٠٥ .

وقال آخرون : بل سهمُ ذى القربى كان لبنى هاشمٍ وبنى المطَّلبِ خاصةً .

وممن قال ذلك الشافعىُّ ، وكانت علَّتُه فى ذلك ماحدَّثنا أبو كريبٍ ، قال : ثنا يونُسُ بنُ بكيرٍ ، قال : ثنا محمدُ بنُ إسحاقَ ، قال : ثنى الزهرىُّ ، عن سعيدِ بنِ المسيبِ ، عن جبيرِ بنِ مُطْعِمٍ ، قال : لما قسَم رسولُ اللَّهِ ﷺ سهمَ ذى القربى من خيبرَ على بنى هاشمٍ وبنى المطلبِ مشَيْتُ أنا وعثمانُ بنُ عفانَ رضى اللَّهُ عنه ، فقلنا : يا رسولَ اللَّهِ ، هؤلاء إخوتُك بنو هاشمٍ ، لا نُنْكِرُ فضلَهم ؛ لمكانِك الذى جعَلك اللَّهُ به منهم ، أرأَيْتَ إخوانَنا بنى المطلبِ ، أعْطَيْتَهم وترَكْتَنا ، وإنما نحن وهم منك بمنزلةٍ

(١) أخرجه أبو عبيد فى كتاب الأموال (٨٥١) ، وابن أبى شيبة ٤٧٢/١٢ من طريق أبى معشر به ، وأخرجه الحميدى (٥٣٢) ، وأحمد ٣١٠/٥ (٣٢٦٤) ، ومسلم (١٣٩/١٨١٢) ، والنسائى فى الكبرى (٨٦١٧) ، وابن أبى حاتم فى تفسيره ١٧٠٤/٥ ، والطبرانى (١٠٨٣٢) ، وابن حزم فى المحلى ٥٣٢/٧ ، والبيهقى ٤٣٥/٦ من طريق إسماعيل بن أمية عن سعيد المقبرى عن يزيد بن هرمز عن ابن عباس ، وأخرجه عبد الرزاق فى مصنفه (٩٤٥٥) من طريق إسماعيل بن أمية أن نجدة كتب إلى ابن عباس ... ، وعزاه السيوطى فى الدر المنثور ١٨٦/٣ إلى الشافعى وابن المنذر وابن مردويه . وينظر الشافعى ٣٤٢/٧ .

واحدةٍ . فقال : « إنهم لم يُفارِقونا فى جاهليةٍ ولا إسلامٍ ، إنما بنو هاشمٍ وبنو المطلبِ شىءٌ واحدٌ » . ثم شبَّك رسولُ اللَّهِ ﷺ يديه إحداهما بالأخرى [(١)] .

وأولى الأقوالِ فى ذلك بالصوابِ عندى قولُ مَن قال : سهمُ ذى القربى كان لقَرابةِ رسولِ اللَّهِ ﷺ [١/٩٠٥ظ] من بنى هاشمٍ وحلفائِهم من بنى المطلبِ ؛ لأن حليفَ القومِ منهم ، ولصحةِ الخبرِ الذى ذكَرْناه بذلك عن رسولِ اللَّهِ ﷺ .

بی بی فاطمہؑ کا نبی پاکؐ کی واحد بیٹی ہونا

(گیارہویں آیت)

ویطعمون الطعام علی حبه مسکینا و یتیما و اسیر. انما نطعمکم لوجه الله لا نرید منکم جزاء ولا شکورا. (پارہ ۲۹ سورہ دہر آیت ۸،۹)

اور جو کھانا کھلاتے ہیں اللہ کی محبت میں مسکینوں کو یتیموں کو اور اسیروں کو۔ اور کہتے ہیں کہ ہم تمہیں کھانا کھلاتے ہیں اللہ کی رضا کے لئے نہ ہم سے کسی اجر کے خواہاں ہیں اور نہ ہی کسی شکر کے۔

بحث علی التفسیر:

امام اہل سنت آلوسی اس سورہ کے بارے میں پورا واقعہ لکھتے ہیں جسکا لب لباب یہ ہے کہ ایک بار جنابِ حسنینؑ بیمار ہوئے تو مولا علیؑ، بی بی فاطمہؑ اور بی بی فضہ نے تین تین روزوں کی منت مانی۔ پس جب حسنینؑ صحت یاب ہوئے تو مولا علیؑ، بی بی فاطمہؑ اور جناب فضہ نے بھی روزہ رکھا۔ افطاری کرنے لگے تو دروازے پر ایک یتیم نے ندا دی۔ پس سارا کھانا اسکو دے دیا گیا اور خود پانی سے روزہ افطار کیا۔ دوسرے دن ایک مسکین آ گیا تب بھی سارا کھانا اسکو دے دیا گیا اور خود پانی سے افطاری کی۔ تیسرے دن ایک قیدی آ گیا تب بھی سارا کھانا اسکو دے دیا گیا اور خود پانی سے روزہ افطار کیا۔ پس اللہ نے یہ پوری سورہ مولا علیؑ اور بی بی فاطمہؑ کے لئے نازل فرمائی۔

(تفسیر روح المعانی جلد ۲۹ صفحہ ۱۵۷)

علامہ نظام نیشاپوری نے پورے اعتماد کے ساتھ کہا ہے کہ یہ آیت اہل بیتؑ کے بارے میں آئی ہے اور آگے اسی روایت سے دلیل پکڑی ہے۔

(تفسیر غرائب القرآن برحاشیہ تفسیر طبری جلد ۲۹ صفحہ ۱۱۲)

قشیری کہتے ہیں کہ یہ سورہ علی ابن ابی طالبؑ کے حق میں نازل ہوئی ہے۔

(تفسیر قرطبی جلد ۲۱ صفحہ ۴۴۳)

امام ابن عطیہ نے بھی اقرار کیا ہے کہ یہ سورہ علی ابن ابی طالبؑ کے حق میں نازل ہوئی ہے۔

(تفسیر ابن عطیہ جلد ۵ صفحہ ۴۰۸)

اسکے علاوہ جن مفسرین نے اوپر والے واقعہ کو نقل کیا ہے:

(تفسیر قرطبی جلد ۲۱ صفحہ ۴۶۱، تفسیر خازن جلد ۴ صفحہ ۴۰۶، تفسیر مدارک التنویل جلد ۴ صفحہ ۴۰۷، تفسیر بغوی جلد ۸ صفحہ ۲۹۵، تفسیر ابن جزی جلد ۲ صفحہ ۵۱۸، تفسیر کشاف جلد ۶ صفحہ ۲۷۸، تفسیر البیضاوی جلد ۳ صفحہ ۴۷۸، تفسیر ابن الجوزی جلد ۸ صفحہ ۴۳۲، تفسیر ثعلبی جلد ۱۰ صفحہ ۹۸، اسباب النزول الواحدی صفحہ ۴۷۰، مناقب ابن مردویہ صفحہ ۳۴۱)

یہی روایت شیعہ کُتب میں بھی موجود ہے:

(تفسیر البرہان جلد ۸ صفحہ ۱۷۷، تفسیر قُمی جلد ۲ صفحہ ۳۹۸، تاویل الآیات صفحہ ۲۴۷، تفسیر مجمع البیان جلد ۱۰ صفحہ ۱۵۹، تفسیر فرات جلد ۲ صفحہ ۵۲۰، تفسیر جابر جعفی صفحہ ۵۲۷، تفسیر صافی جلد ۵ صفحہ ۱۳۱، تفسیر انوار نجف جلد ۱۴ صفحہ ۱۵۰)

استدلال:

کیا کہنے دامادِ رسولؐ امیر المومنین علیؑ کے اور بی بی فاطمہؑ بنت نبیؐ کے۔ انکے عمل پر اللہ نے پوری سورہ نازل کردی۔ تو ہمارا استدلال یہ ہے کہ ایک طرف بی بی فاطمہؑ جن کے لئے پوری سورہ نازل ہوگئی اور ایک طرف زینب، رقیہ و ام کلثوم کے جن کے لئے کوئی ایک آیت بھی نہیں؟ لہذا ثابت ہوتا ہے کہ نبی پاکؐ کی فقط ایک ہی بیٹی تھیں جن کے لئے پوری سورہ نازل ہوگئی۔

تفسير

روح المعاني

خاتمة المحققين وعمدة المدققين مرجع أهل
العراق ومفتي بغداد العلامة أبي الفضل
شهاب الدين السيد محمود الألوسي البغدادي
المتوفى سنة ١٢٧٠ هـ سقى الله ثراه
صيب الرحمة وأفاض عليه
سجال الإحسان
والنعمة
آمين

الجزء التاسع والعشرون

عنيت بنشره وتصحيحه والتعليق عليه للمرة الثانية بإذن من ورثة المؤلف بخط
(وإمضاء علامة العراق المرحوم السيد محمود شكري الألوسي البغدادي)

إدارة الطباعة المنيرية
ودار
إحياء التراث العربي
بيروت - لبنان

جعفر فوقاهم بشد القاف وهو أوفق بقوله تعالى ﴿ وَلَقَّيهُمْ نَضْرَةً وَسُرُورًا ﴾ أى أعطاهم بدل عبوس الفجار وحزنهم نضرة فى الوجوه وسرورا فى القلوب ﴿وَجَزَيهُمْ بِمَا صَبَرُوا﴾ بصبرهم على مشاق الطاعات ومهاجرة هوى النفس فى اجتناب المحرمات وإيثار الأموال ما كلا وملبسا ﴿جَنَّةً﴾ بستانا عظيما يأكلون منه ماشاؤا ﴿ وَحَرِيرًا ﴾ يلبسونه ويتزينون به ومن رواية عطاء عن ابن عباس ان الحسن والحسين مرضا فعادهما جدهما محمد صلى الله تعالى عليه وسلم ومعه أبو بكر وعمر رضى الله تعالى عنهما وعادهما من عادهما من الصحابة فقالوا لعلى كرم الله تعالى وجهه يا أبا الحسن لو نذرت على ولديك فنذر على وفاطمة وفضة جارية لهما ان برآ مما بهما أن يصوموا ثلاثة أيام شكرا فالبس الله تعالى الغلامين ثوب العافية وليس عند آل محمد قليل ولا كثير فانطلق على كرم الله تعالى وجهه الى شمعون اليهودى الخيبرى فاستقرض منه ثلاثة اصوع من شعير فجاء بها فقامت فاطمة رضى الله تعالى عنها الى صاع فطحنته وخبزت منه خمسة أقراص على عددهم وصلى على كرم الله تعالى وجهه مع النبى صلى الله تعالى عليه وسلم المغرب ثم أتى المنزل فوضع الطعام بين يديه فوقف بالباب سائل فقال السلام عليكم يا أهل بيت محمد صلى الله تعالى عليه وسلم أنا مسكين من مساكين المسلمين أطعمونى أطعمكم الله تعالى من موائد الجنة فآثروه وباتوا لم يذوقوا شيئا الا الماء واصبحوا صياما ثم قامت فاطمة رضى الله تعالى عنها الى صاع آخر فطحنته وخبزته وصلى على كرم الله تعالى وجهه مع النبى صلى الله تعالى عليه وسلم المغرب ثم اتى المنزل فوضع الطعام بين يديه فوقف يتيم بالباب وقال السلام عليكم يا أهل بيت محمد صلى الله تعالى عليه وسلم يتيم من أولاد المهاجرين أطعمونى أطعمكم الله تعالى من موائد الجنة فآثروه ومكثوا يومين وليلتين لم يذوقوا شيئا الا الماء القراح واصبحوا صياما فلما كان يوم الثالث قامت فاطمة رضى الله تعالى عنها الى الصاع الثالث وطحنته وخبزته وصلى على كرم الله تعالى وجهه مع النبى صلى الله تعالى عليه وسلم المغرب فأتى المنزل فوضع الطعام بين يديه فوقف أسير بالباب فقال السلام عليكم يا أهل بيت محمد صلى الله تعالى عليه وسلم أنا أسير محمد عليه الصلاة والسلام أطعمونى أطعمكم الله فآثروه وباتوا لم يذوقوا الا الماء القراح فلما أصبحوا أخذ على كرم الله تعالى وجهه الحسن والحسين وأقبلوا الى رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم ورآهم يرتعشون كالفراخ من شدة الجوع قال يا أبا الحسن ما أشد ما يسوءنى ما أرى بكم وقام فانطلق معهم الى فاطمة رضى الله تعالى عنها فرآها فى محرابها قد التصق بطنها بظهرها وغارت عيناها من شدة الجوع فرق لذلك صلى الله تعالى عليه وسلم وساءه ذلك فهبط جبريل عليه السلام فقال خذها يا محمد هناك الله تعالى فى أهل بيتك قال وما آخذ يا جبريل فاقرأه هل أتى على الانسان السورة وفى رواية ابن مهران فوثب النبى صلى الله تعالى عليه وسلم حتى دخل على فاطمة فأكب عليها يبكى فهبط جبريل عليه السلام بهذه الآية ان الابرار يشربون الى آخره وفى رواية عن عطاء ان الشعير كان عن اجرة سقى نخل وانه جعل فى كل يوم ثلث منه عصيدة فآثروا بها واخرج ابن مردويه عن ابن عباس انه قال فى قوله سبحانه ويطعمون الخ نزلت فى على كرم الله تعالى وجهه وفاطمة بنت رسول الله صلى الله تعالى عليه وعليهما وسلم ولم يذكر القصة والخبر مشهور بين الناس وذكره الواحدى فى كتاب البسيط وعليه قول بعض الشيعة

إلام ألام وحتى متى • أعاتب فى حب هذا الفتى
وهل زوجت غيره فاطم • وفى غيره هل أتى هل أتى

وتعقب بأنه خبر موضوع مفتعل كما ذكره الترمذى وابن الجوزى وآثار الوضع ظاهرة عليه

أسباب نزول القرآن

تصنيف

الإمام أبي الحسن علي بن أحمد الواحدي

المتوفى سنة ٤٦٨هـ

تحقيق ودراسة

كمال بسيوني زغلول

دار الكتب العلمية

بيروت - لبنان

سورة الإنسان

[٤٤٥]

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ.

قوله تعالى: ﴿وَيُطْعِمُونَ الطَّعَامَ عَلَىٰ حُبِّهِ مِسْكِينًا. . . .﴾ الآية. [٨]

٨٤٤ ـ قال عطاء عن ابن عباس: وذلك أن علي بن أبي طالب نَوْبَةً أَجَرَ نفسه يسقي نخلاً بشيء من شعير ليلةً، حتى أصبح وقَبَض الشعيرَ وطَحن ثُلثه، فجعلوا منه شيئاً ليأكلوه، يقال له: الخَزِيرةُ. فلما تم إنضاجُه أتى مسكينٌ فأخرجوا إليه الطعام. ثم عمل الثلث الثاني، فلما تم إنضاجه أتى يتيمٌ فسأل فأطعموه. ثم عمل الثلث الباقي، فلما تم إنضاجه أتى أسيرٌ من المشركين فأطعموه، وطَوَوْا يومهم ذلك. فأُنزلت فيه هذه الآيات.

[٨٤٤] بدون إسناد، وعزاه في الدر (٦/ ٢٩٩) لابن مردويه.

الجزء التاسع والعشرين

من كتاب جامع البيان في تفسير القرآن

تأليف

الامام الكبير والمحدث الشهير من أطبقت الأئمة على تقدمه في التفسير
أبي جعفر محمد بن جرير الطبري المتوفى سنة ٣١٠ هجرية
رحمه الله وأثابه رضاه آمين

وبهامشه

تفسير غرائب القرآن ورغائب الفرقان

للعلامة نظام الدين الحسن بن محمد بن حسين القمي النيسابوري قدست أسراره

« في كشف الظنون » قال الامام جلال الدين السيوطي في الاتقان وكتابه « أي الطبري » أجل التفاسير وأعظمها فانه يتعرض لتوجيه الاقوال وترجيح بعضها على بعض والاعراب والاستنباط فهو يفوق بذلك على تفاسير الأقدمين وقال النووي أجمعت الامة على أنه لم يصنف مثل تفسير الطبري » وعن أبي حامد الاسفرايني أنه قال لو سافر رجل الى الصين حتى يحصل له تفسير ابن جرير لم يكن ذلك كثيرا اه

تنبيه

طبع هذا الجزء بعد مقابلته وتصحيحه بمعرفة حضرة الملتزم على الأصول الموجودة في خزانة الكتبخانة الخديوية بمصر وعلى النسخة الموجودة بالكتبخانة المحمودية بالمدينة المنورة بالاعتناء التام نسأل الله تعالى حسن الختام

طبع هذا الكتاب على نفقة حضرة السيد عمر الخشاب الكتبي الشهير بمصر ونجله حضرة السيد محمد عمر الخشاب حفظهما الله ووفقنا وإياهما لما يحبه ويرضاه

(الطبعة الاولى)
بالمطبعة الكبرى الاميرية ببولاق مصر المحمية

بفتح الراء وفسره انه يقول لا تفزع من هول الجراح التي بك قال وكذلك يبرق البصر يوم القيامة وبنحو الذي قلنا في ذلك قال أهل التأويل ذكر من قال ذلك حدثني محمد بن سعد قال ثنى أبي قال ثنى عمي قال ثنى أبي عن أبيه عن ابن عباس قوله فاذا برق البصر يعني ببرق البصر الموت وبروق البصر هي الساعة حدثني محمد بن عمرو قال ثنا أبو عاصم قال ثنا عيسى وحدثني الحرث قال ثنا الحسن قال ثنا ورقاء جميعا عن ابن أبي نجيح عن مجاهد

كان بما أوجبه الله عليه أوفى ذكر الواحدي في البسيط والزمخشري في الكشاف وكذا الامامية أطبقوا على أن السورة نزلت في أهل بيت النبي صلى الله عليه وسلم ولاسيما في هذه الآى

قوله يروى عن ابن عباس أن الحسن والحسين مرضا فعادهما رسول الله صلى الله عليه وسلم في ناس معه فقال يا أبا الحسن لو نذرت على ولدك فنذر علي وفاطمة وفضة جارية لهما ان برأهما الله أن يصوموا ثلاثة أيام فشفيا وما معهما شيء فاستقرض علي

قوله برق البصر قال عند الموت حدثنا بشر قال ثنا يزيد قال ثنا سعيد عن قتادة قوله فاذا برق البصر شخص البصر وقوله وخسف القمر يقول ذهب ضوء القمر وبنحو الذي قلنا في ذلك قال أهل التأويل ذكر من قال ذلك حدثنا بشر قال ثنا يزيد قال ثنا سعيد عن قتادة قوله وخسف القمر ذهب ضوءه فلا ضوء له حدثنا ابن عبد الأعلى قال ثنا ابن ثور عن معمر عن قتادة عن الحسن وخسف القمر وضوءه يقول ذهب ضوءه وقوله وجمع الشمس والقمر يقول تعالى ذكره وجمع بين الشمس والقمر في ذهاب الضوء فلا ضوء لواحد منهما وهي في قراءة عبد الله فيما ذكر لي وجمع بين الشمس والقمر وقيل انهما يجمعان ثم يكوران كما قال جل ثناؤه اذا الشمس كورت وانما قيل وجمع الشمس والقمر لما ذكرت من أن معناه جمع بينهما وكان بعض نحويي الكوفة يقول انما قيل وجمع على مذهب وجمع النوران كأنه قيل وجمع الضياآن وهذا قول الكسائي وبنحو الذي قلنا في ذلك قال أهل التأويل ذكر من قال ذلك حدثني محمد بن عمرو قال ثنا أبو عاصم قال ثنا عيسى وحدثني الحرث قال ثنا الحسن قال ثنا ورقاء جميعا عن ابن أبي نجيح عن مجاهد وجمع الشمس والقمر قال كورا يوم القيامة حدثني يونس قال أخبرنا ابن وهب قال قال ابن زيد في قوله وجمع الشمس والقمر قال جمعا فرمي بهما في الأرض وقوله اذا الشمس كورت قال كورت في الأرض والقمر معها ، قال أخبرنا ابن وهب قال أخبرني سعيد بن أبي أيوب عن أبي شيبة الكوفي عن زيد بن أسلم عن عطاء بن يسار أنه تلا هذه الآية يوما وجمع الشمس والقمر قال يجمعان يوم القيامة ثم يقذفان في البحر فيكون نار الله الكبرى وقوله يقول الانسان يومئذ أين المفر بفتح الفاء قرأت ذلك قراء الأمصار لأن العين في الفعل منه مكسورة واذا كانت العين من يفعل مكسورة فان العرب تفتحها في المصدر منه اذا نطقت به على مفعل فتقول فر يفر مفرا يعني فرا كما قال الشاعر

يالبكر أنشروا لي كليبا ، يالبكر أين أين المفر

اذا أريد هذا المعنى من مفعل قالوا أين المفر بفتح الفاء وكذلك المدب من دب يدب كما قال بعضهم

كأن بقايا الأثر فوق متونه ، مدب الدبي فوق النقا وهو سارح

وقد ينشد بكسر الدال والفتح فيها أكثر وقد تنطق العرب بذلك وهو مصدر بكسر العين وزعم

من شمعون الخيبري اليهودي ثلاث أصوع من شعير فطحنت فاطمة منها صاعا واختبزت خمسة أقراص على عددهم فوضعوها بين أيديهم ليفطروا فوقف عليهم سائل فقال السلام عليكم يا أهل بيت محمد مسكين من مساكين المسلمين أطعموني أطعمكم الله من موائد الجنة فآثروه وباتوا ولم يذوقوا الا الماء وأصبحوا صياما فلما أمسوا ووضعوا الطعام بين أيديهم وقف عليهم يتيم فآثروه ووقف عليهم في الثالثة أسير ففعلوا مثل ذلك فلما أصبحوا أخذ علي رضي الله عنه بيد الحسن والحسين الى رسول الله صلى الله عليه وسلم فلما أبصرهم وهم يرتعشون كالفراخ من شدة الجوع قال ما أشد ما يسوءني ما أرى بكم وقام وانطلق معهم فرأى فاطمة في محرابها قد لصق ظهرها ببطنها وغارت عيناها فساءه ذلك فنزل جبرائيل وقال خذها يا محمد هناك الله في أهل بيتك فاقرأه السورة يروى أن السائل في الليالي جبرائيل أراد بذلك ابتلاءهم باذن الله سبحانه ووصفهم الله سبحانه بالخوف من



٢١٤



تأويل الآيات الظاهرة

في

فضائل العترة الطاهرة

للمفسر الكبير والعالم النحرير

السيد شرف الدين علي الحسيني الاسترابادي الغروي

من علماء النصف الثاني من القرن العاشر

مؤسسة النشر الإسلامي
التابعة لجماعة المدرسين بقم المشرفة

وأمّا التأويل وسبب التّنزيل: فهو ما ذكره أبو عليّ الطبرسيُّ ـ رحمه الله ـ في تفسيره مختصراً قال: روى العامّ والخاصّ أنّ هذه الآيات من قوله عزّوجلّ «إنّ الأبرار يشربون ـ إلى قوله ـ إنّ كان لكم جزاءً وكان سعيكم مشكوراً» نزلت في عليّ وفاطمة والحسن والحسين عليهم السّلام وفي جارية لهم تسمّى فضّة، وهو المرويّ عن ابن عبّاس وغيره. والقصّة طويلة مجملها: إنّهم قالوا: مرض الحسن والحسين عليهما السّلام فعاذهما جدُّهما صلّى الله عليه وآله وسلّم ووجوه العرب، وقالوا لعليّ: يا أبا الحسن لو نذرت على ولديك نذراً. فنذر صوم ثلاثة أيّام إن

---

(١) لعلّ مراده أنّه أفاض عليّ من أنواره. فتقدس الخدام لما يوهمه ظاهر كلامه (المرآة).

(٢) في د: «سوقاً» وهذه الزيادة ليست في المصدر.

(٣) روضة الكافي: ص ٩٧ الرقم ٦٩ حديث الجنان والنوق.

شفاهما الله سبحانه، ونذرت فاطمة عليها السّلام مثله، وكذلك فضّة. فبرئا وليس عندهم شيء، فاستقرض عليٌّ عليه السّلام ثلاثة أصوع من شعير وجاء بها إلى فاطمة عليها السّلام، فطحنت صاعاً منها فاختبزته. فلمّا صلّى عليٌّ عليه السّلام المغرب قرّبته إليه(١)، فأتاهم مسكين ودعا لهم وسألهم فأعطوه إيّاه ولم يذوقوا إلّا الماء. فلمّا كان اليوم الثاني أخذت صاعاً وطحنته واختبزته وقدّمته إلى عليّ عليه السّلام، فأتاهم يتيم بالباب يستطعم فأطعموه إيّاه ولم يذوقو إلّا الماء. فلمّا كان اليوم الثّالث عمدت إلى الباقي فطحنته واختبزته وقدّمته إلى عليّ عليه السّلام فأتاهم أسير يستطعم فأعطوه إيّاه ولم يذوقوا إلّا الماء. فلمّا كان اليوم الرّابع وقد قضوا نذورهم أتى عليٌّ ومعه الحسن والحسين إلى النّبيّ صلّى الله عليه وآله وسلّم وبها ضعف، فلمّا رآهم النّبيُّ صلّى الله عليه وآله وسلّم بكى، ونزل جبرئيل عليه السّلام بسورة هل أتى(٢).

البرهان في تفسير القرآن

تأليف

العلامة المحدث السيد هاشم البحراني

حققه وعلق عليه
لجنة من العلماء والمحققين الأخصائيين

الجزء الثامن

منشورات
مؤسسة الأعلمي للمطبوعات
بيروت - لبنان
ص.ب ٧١٢٠

إِنَّ الْأَبْرَارَ يَشْرَبُونَ مِن كَأْسٍ كَانَ مِزَاجُهَا كَافُورًا ﴿٥﴾ عَيْنًا يَشْرَبُ بِهَا عِبَادُ اللَّهِ يُفَجِّرُونَهَا تَفْجِيرًا ﴿٦﴾ يُوفُونَ بِالنَّذْرِ وَيَخَافُونَ يَوْمًا كَانَ شَرُّهُ مُسْتَطِيرًا ﴿٧﴾ وَيُطْعِمُونَ الطَّعَامَ عَلَىٰ حُبِّهِ مِسْكِينًا وَيَتِيمًا وَأَسِيرًا ﴿٨﴾ إِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللَّهِ لَا نُرِيدُ مِنكُمْ جَزَاءً وَلَا شُكُورًا ﴿٩﴾

١ ـ عليّ بن إبراهيم: في قوله تعالى: ﴿إِنَّ الأَبْرَارَ يَشْرَبُونَ مِن كَأْسٍ كَانَ مِزَاجُهَا كَافُوراً﴾، يعني بَرْدها وطيبها، لأنّ فيها الكافور ﴿عَيْناً يَشْرَبُ بِهَا عِبَادُ اللَّهِ﴾ أي منها، قوله: ﴿يُوفُونَ بِالنَّذْرِ وَيَخَافُونَ يَوْماً كَانَ شَرُّهُ مُسْتَطِيراً﴾ قال: المستطير: العظيم[1].

٢ ـ قوله تعالى: ﴿وَيُطْعِمُونَ الطَّعَامَ عَلَى حُبِّهِ مِسْكِيناً وَيَتِيماً وَأَسِيراً﴾، قال عليّ بن إبراهيم: حدّثني أبي، عن عبد الله بن ميمون القدّاح، عن أبي عبد الله عليه السلام، قال: «كان عند فاطمة عليها السلام شعير، فجعلوه عصيدة، فلمّا أنضجوها ووضعوها بين أيديهم جاء مسكين، فقال المسكين: رَحِمكم الله، أطعمونا ممّا رزقكم الله، فقام عليّ عليه السلام وأعطاه ثُلثها، فلم يَلْبَث أن جاء يتيم، فقال اليتيم: رَحِمكم الله، أطعمونا ممّا رزقكم الله، فقام عليّ عليه السلام وأعطاه الثُّلث الثاني، ثمّ جاء أسير، فقال الأسير: رَحمكم الله، أطعمونا ممّا رزقكم الله، فقام عليّ عليه السلام وأعطاه الثُّلث الباقي، وما ذاقوها، فأنزل الله فيهم هذه الآية: ﴿وَيُطْعِمُونَ الطَّعَامَ عَلَى حُبِّهِ مِسْكِيناً وَيَتِيماً وَأَسِيراً﴾، إلى قوله تعالى: ﴿وَكَانَ سَعْيُكُمْ مَشْكُوراً﴾[2] في أمير المؤمنين عليه السلام، وهي جارية في كلّ مؤمنٍ فعل مثل ذلك لله عزّ وجلّ بنشاط فيه»[3].

٣ ـ عليّ بن إبراهيم: القَمْطرير: الشديد. قوله تعالى: ﴿مُتَّكِئِينَ فِيهَا عَلَى الأَرَائِكِ﴾[4] يقول: متكئين في الحِجال على السُّرر. قوله: ﴿وَدَانِيَةً عَلَيْهِمْ ظِلالُهَا﴾، يقول: قريب ظلالها منهم، قوله: ﴿وَذُلِّلَتْ قُطُوفُهَا تَذْلِيلاً﴾ دُلّيت عليهم ثِمارها ينالها القاعد والقائم. قوله تعالى: ﴿وَأَكْوَابٍ كَانَتْ قَوَارِيراً * قَوَارِيرَ مِن فِضَّةٍ﴾، الأكواب: الأكواز العِظام التي لا آذان لها ولا عُرى، قوارير من فِضّة الجنّة يشربون فيها ﴿قَدَّرُوهَا تَقْدِيراً﴾[5] يقول: صُنعت لهم على قَدر ريّهم لا تحجير

(١) تفسير القمي ج ٢ ص ٣٩٠.
(٢) سورة الدهر، الآية: ٢٢.
(٣) تفسير القمي ج ٢ ص ٣٩٠.
(٤) سورة الدهر، الآية: ١٣.
(٥) سورة الدهر، الآيات: ١٤ ـ ١٦.

مجمع البيان في تفسير القرآن

تأليف

أمين الإسلام أبي علي الفضل بن الحسن الطبرسي

طبعة جديدة منقحة

الجزء العاشر

دار المرتضى
بيروت

يشربها. والمعنى: يشرب ماءها، لأن العين لا تشرب، وإنما يشرب ماؤها.

● **النزول:** قد روى الخاص والعام أن الآيات من هذه السورة، وهي قوله: ﴿إِنَّ الْأَبْرَارَ يَشْرَبُونَ﴾ إلى قوله: ﴿وَكَانَ سَعْيُكُمْ مَشْكُورًا﴾ نزلت في علي وفاطمة والحسن والحسين عليهم السلام، وجارية لهم تسمى فضة. وهو المروي عن ابن عباس، ومجاهد، وأبي صالح.

---

(١) هذا البيت من (المعلقات) أيضاً، يهجو فيه حصيناً وهرماً ابنا ضمضم. وقد ذكرهما في بيت قبله، يقول: اللذان يشتمان عرضي، ولم أشتمهما أنا، والموجبان على أنفسهما سفك دمي إذا لم أرهما، يريد أنهما يتواعدانه حال غيبته فأما في الحضور فلا يتحاسبان عليه.

(٢) أسأرت أي أبقت من السؤر بمعنى البقية. والصدع: الشق. والنأي: البعد.

(٣) وفي بعض النسخ «كثير» مكان «كبير». والعبرة: الدمعة. والشكم: الجزاء.

(٤) البرمة: القدر من الحجر. وأعشار جمع العشر - بالكسر -: القطعة من كل شيء كسر إلى عشر قطع. والأسمال جمع السمل محركة: الثوب الخلق.

والقصة طويلة:

جملتها أنهم قالوا: مرض الحسن والحسين عليهما السلام، فعادهما جدهما ﷺ ووجوه العرب، وقالوا: يا أبا الحسن! لو نذرت على ولديك نذراً. فنذر صوم ثلاثة أيام إن شفاهما الله سبحانه، ونذرت فاطمة عليها السلام كذلك، وكذلك فضة فبرئا، وليس عندهم شيء، فاستقرض علي عليه السلام ثلاثة أصوع من شعير من يهودي، وروي أنه أخذها ليغزل له صوفاً، وجاء به إلى فاطمة عليها السلام، فطحنت صاعاً منها فاختبزته، وصلى علي المغرب، وقربته إليهم، فأتاهم مسكين يدعو لهم، وسألهم فأعطوه، ولم يذوقوا إلا الماء. فلما كان اليوم الثاني أخذت صاعاً فطحنته وخبزته، وقدمته إلى علي عليه السلام، فإذا يتيم في الباب يستطعم، فأعطوه ولم يذوقوا إلا الماء، فلما كان اليوم الثالث عمدت إلى الباقي فطحنته واختبزته، وقدمته إلى علي عليه السلام، فإذا أسير بالباب يستطعم، فأعطوه ولم يذوقوا إلا الماء، فلما كان اليوم الرابع، وقد قضوا نذورهم أتى علي عليه السلام، ومعه الحسن والحسين عليهما السلام إلى النبي ﷺ وبهما ضعف، فبكى رسول الله ﷺ، ونزل جبرائيل عليه السلام بسورة ﴿هَلْ أَتَىٰ﴾.

بی بی فاطمہؑ کا نبی پاکؐ کی واحد بیٹی ہونا

(بارہویں آیت)

فتلقی ادم من ربه کلمت فتاب علیه. (پارہ ۱ سورہ بقرہ آیت ۳۷)

پس آدمؑ نے اپنے رب سے چند کلمات سیکھے جن سے انکی توبہ قبول ہوئی۔

ابن عباس سے روایت ہے کہ نبی پاکؐ نے فرمایا کہ آدمؑ نے محمدؐ، علیؑ، فاطمہؑ، حسنؑ، حسینؑ کے وسیلہ سے دعا کی تو انکی توبہ قبول ہوئی۔

(تفسیر دُر منثور جلد ۱ صفحہ ۶۱ عربی، مناقب ابن مغازلی صفحہ ۱۱۶، شواہد التنزیل جلد ۱ صفحہ ۱۰۰، ینابیع المودة صفحہ ۱۱۲، فرائد السمطین جلد ۱ صفحہ ۳۶)

یہی روایت شیعہ کُتب میں بھی موجود ہے:

(تاویل الآیات صفحہ ۵۰، تفسیر فرات جلد ۱ صفحہ ۵۷، تفسیر البرہان جلد ۱ صفحہ ۱۹۳، تفسیر عیاشی جلد ۱ صفحہ ۵۹، تفسیر صافی جلد ۱ صفحہ ۵۱، تفسیر انوار نجف جلد ۲ صفحہ ۹۶)

استدلال:

ویسے تو عام طور پر آیت تطہیر اور مباہلہ کی آیت پڑھی جائے تو ناصبی یہ عذر پیش کرتے ہیں کہ اس وقت باقی تین بیٹیاں فوت ہوگئی تھیں اسلئے ان آیات میں شامل نہ ہوسکیں تو یہاں تو آدمؑ جنکا وسیلہ بنا رہے ہیں ان میں فقط ایک ہی بیٹی ہے۔ ایسا کیوں؟ بات شیشہ کی طرح واضح ہے کہ وہ تینوں بیٹیاں حقیقی تھیں ہی نہیں اگر حقیقی ہوتیں اور نبی پاک کا خون ہوتیں تو یہاں بھی ساتھ ہوتیں اور آدمؑ انکا بھی نام لیتے۔ لیکن وہ دنیا میں آنے سے پہلے بھی نبی پاکؐ کے ساتھ نہیں تھیں۔

(طالب دعا)

الدر المنثور
في
التفسير بالمأثور

للإمام جلال الدين السيوطي
رحمه الله تعالى

وبهامشه القرآن الكريم
مع تفسير ابن عباس رضي الله عنه

الجزء الأول

دار المعرفة
للطباعة والنشر
بيروت ـ لبنان

سبحانك لا اله الا أنت عملت سوأ وظلمت نفسي فاغفر لي انك أنت الغفور الرحيم اللهم اني أسألك بحق محمد وآل
محمد سبحانك لا اله الا أنت عملت سوأ وظلمت نفسي فتب علي انك أنت التواب الرحيم فهؤلاء الكلمات التي تلقى
آدم وأخرج ابن النجار عن ابن عباس قال سألت رسول الله صلى الله عليه وسلم عن الكلمات التي تلقاها آدم

من

هم بالقتل والاجلاء
السميع) لقالتهم
ليم) بعتوبتهم
الله) أي اتبعوا

دين الله (ومن أ
من الله صبغة)
(ونحن له عابد
وقولوا نحن موح

من ربه فتاب عليه قال سأل بحق محمد وعلي وفاطمة والحسن والحسين الا تبت علي فتاب عليه وأخرج الخطيب
في أماليه وابن عساكر بسند فيه مجاهيل عن ابن مسعود عن النبي صلى الله عليه وسلم قال ان آدم لما أكل من
الشجرة أوحى الله اليه اهبطا من جواري وعزتي لا يجاورني من عصاني فهبط الى الارض مسودا فبكت الارض

جلد نمبر ۲



علامہ حسین بخش جاڑا

مکتبہ انوار النجف دریاخان ضلع بھکر

پس آدمؑ نے عرض کی اے میرے رب! یہ کون ہیں! پس ارشاد ہوا۔ اے آدم! یہ تیری ذریت ہیں۔ اور تجھ سے افضل ہیں اور میری تمام مخلوق سے افضل ہیں۔ اگر یہ نہ ہوتے تو میں تجھ کو پیدا کرتا اور نہ جنت و نار کو اور نہ زمین و آسمان کو پیدا کرتا۔ خبردار ان کی طرف حسد کی نگاہ نہ اٹھانا یعنی ان کی منزل کی تمنا نہ کرنا کیونکہ وہ انہی کے لئے مخصوص ہے۔ ورنہ میرے جوار سے یعنی اس مقام جنت سے نکالا جائے گا۔ پس حضرت آدمؑ نے نگاہ اٹھائی اور ان کی منزل کی تمنا کی تب ابلیس نے اس درخت کے قریب جانے کی دعوت پیش کی الخ اور اس مضمون کی احادیث بکثرت موجود ہیں یعنی حضرت آدمؑ نے محمدؐ و آل محمدؐ کی منازل پر رشک کیا۔ اور رشک کرنا فعل حرام نہیں ہوتا۔

قبول توبہ حضرت آدم علیہ السلام

حضرت آدم علیہ السلام نے جن کلمات سے توبہ کی روایات میں ان کے الفاظ مختلف ہیں تفسیر عیاشی سے بروایت حضرت امام محمد باقر علیہ السلام جناب رسالتمآبؐ سے منقول ہے کہ دعا کے کلمات یہ تھے۔ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحَانَكَ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ فَاغْفِرْ لِیْ اِنَّكَ اَنْتَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ۔ بعض روایات حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ وہ کلمات یہ تھے۔ سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ رَبِّ اِنِّیْ عَمِلْتُ سُوْءً وَّظَلَمْتُ نَفْسِیْ فَاغْفِرْ لِیْ اِنَّكَ اَنْتَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ اَللّٰهُمَّ اِنَّهٗ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحَانَكَ وَبِحَمْدِكَ اِنِّیْ عَمِلْتُ سُوْءً وَّظَلَمْتُ نَفْسِیْ فَاغْفِرْ لِیْ اِنَّكَ اَنْتَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ۔ ان کے علاوہ دیگر روایات بھی ہیں لیکن مقصد سب میں حمد و ثنا جناب باری تعالیٰ اور اس کے بعد اپنے قصور کا اعتراف اور طلب معافی ہے چنانچہ خود قرآن مجید ان کی دعا کے کلمات یہ بیان فرماتا ہے۔ رَبَّنَا ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخَاسِرِیْنَ - پ۔

اس سے یہ خیال نہ کیا جائے کہ قرآن مجید کے الفاظ سے روایات کے الفاظ مختلف یا کم و بیش کیوں ہیں؟ کیونکہ قرآن مجید میں اکثر و بیشتر مطالب ایسے ہیں جو اجمالاً بیان ہوئے ہیں۔ اور روایات میں ان کی تفصیل موجود ہے۔ لہٰذا اس صورت میں قرآن مجید اور روایات میں منافات نہیں بلکہ اجمال و تفصیل کا فرق ہے۔ نیز معصومین سے نقل شدہ روایات کے الفاظ کا اختلاف بھی کوئی باہمی منافات نہیں رکھتا کیونکہ ممکن ہے کہ راویان حدیث میں سے کسی نے کلام کو پورا ضبط کر لیا۔ تو پورے الفاظ آگے چل کر نقل کر دئے اور کسی کو پوری روایت یاد نہ رہی تو اس نے اس کا معنی نقل کر دیا۔ اسی وجہ سے ایک ہی روایت متعدد راویوں سے مختلف الفاظ میں نقل ہو جاتی ہے۔ یہ یاد رہے کہ حضرت آدمؑ نے جب توبہ کی تو اس توبہ کا طریقہ بھی خداوند کریم نے خود تعلیم فرمایا۔ جس طرح کہ قرآن مجید میں موجود ہے فَتَلَقّٰۤی اٰدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ یعنی آدمؑ نے اپنے رب سے کلمات سیکھے اور متواتر روایات آئمہ طاہرین علیہم السلام میں ہے کہ خمسہ نجبا یعنی حضرت محمد مصطفےٰ، حضرت علی، جناب فاطمہ، حضرت امام حسنؑ اور حضرت امام حسینؑ کو واسطہ دے کر دعا کی چنانچہ شیخ کلینیؒ اور صدوقؒ سے مروی ہے جیسا کہ تفسیر برہان میں مذکور ہے۔ نیز ابن بابویہ سے مسنداً معمر بن راشد سے منقول ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے سنا کہ ایک دفعہ ایک یہودی حضرت رسالتمآبؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور سامنے

بی بی فاطمہؑ کا نبی پاکؐ کی واحد بیٹی ہونا

(تیرہویں آیت)

قل لا اسئلکم علیه اجرا الا المودة فی القربی. **(پارہ ۲۵ سورہ شوری آیت ۲۳)**

کہہ دیجئے کہ میں تم سے کچھ اجر نہیں چاہتا سوائے اپنے قرابتداروں کی مودت کے۔

ابن عباس اسکی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ اس میں قرابتداروں سے مراد ''آل محمد'' ہیں۔

(صحیح بخاری جلد ۶ صفحہ ۳۷۷ اردو، ترمذی شریف جلد ۲ صفحہ ۵۰۵ اردو)

اوراس بات میں کوئی شک نہیں کہ نبی پاکؐ کے اہل بیت ہی آل محمد ہیں۔ جیسا کہ **صحیح مسلم جلد ۳ صفحہ ۹۳** پر موجود ہے کہ آل محمدؐ کے لئے صدقہ کھانا حرام ہے۔ اور اہل بیت نبوی پر بھی صدقہ کھانا حرام ہے۔ پھر اسی طرح **بخاری جلد ۴ صفحہ ۶۶۰** پر ہے کہ نبی پاکؐ نے اہل بیت پر درود پڑھنے کا طریقہ یہ بتایا کہ اللهم صلی علی محمد و آل محمد... تو یہ بات ثابت ہو جاتی ہے کہ آل محمد اہل بیت ہی ہیں جنکے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی۔

پھر اسی طرح ابن عباس سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی پاکؐ سے پوچھا کہ اس آیت میں کن کی مودت واجب کی گئی ہے؟ تو نبی پاکؐ نے فرمایا کہ علیؑ، فاطمہؑ، حسنؑ و حسینؑ کی۔

(فضائل الصحابہ جلد ۲ صفحہ ۸۳۳، فضائل الثقلین صفحہ ۱۹۰، رشفتہ الصادی صفحہ ۵۲، مجمع الزوائد جلد ۷ صفحہ ۱۶۴، معجم الکبیر جلد ۱۱ صفحہ ۴۴۴، شواہد التنزیل جلد ۲ صفحہ ۱۹۳، مطالب السوؤل صفحہ ۲۸، تفسیر ثعلبی جلد ۸ صفحہ ۳۱۰، معارج الوصول صفحہ ۲۳، فضائل آل البیت صفحہ ۵۷ مقریزی، فضائل اہل بیت صفحہ ۷۱ امام سیوطی، فضائل ابن عقدہ صفحہ ۲۱۴، تفسیر ابن ابی حاتم صفحہ ۳۲۷۷، تفسیر ابوحیان جلد ۷ صفحہ ۴۹۴، تفسیر کشاف جلد ۵ صفحہ ۵۰۵،

تفسیر خازن جلد۴ صفحہ۱۰۱، تفسیر قرطبی جلد۱۹ صفحہ۴۶۶، تفسیر روح المعانی جلد۲۵ صفحہ۱۳، تفسیر روح البیان جلد۸ صفحہ۳۱۱، تفسیر الرازی جلد۲۷ صفحہ۱۶۷، تفسیر ابن عطیہ جلد۵ صفحہ۳۴، تفسیر مظہری جلد۷ صفحہ۴۲۰، تفسیر حقانی جلد۴ صفحہ۲۳۴)

یہی روایت شیعہ کتب میں بھی موجود ہے:

(تفسیر البرہان جلد۷ صفحہ۸۷، تفسیر قمی جلد۲ صفحہ۲۶۷، تفسیر فرات جلد۲ صفحہ۳۹۰، تفسیر القرآن جلد۵ صفحہ۲۰ مولانا حسن ظفر، تفسیر صافی جلد۴ صفحہ۱۶۵، تفسیر انوار نجف جلد۱۲ صفحہ۲۱۰، تفسیر جابر جعفی صفحہ۶۰۰، تاویل الآیات صفحہ۵۳۲، الکافی جلد۸ صفحہ۹۳)

استدلال:

اس میں قرابت کا لفظ استعمال کیا گیا ہے جو کہ اس بات پر شاہد ہے کہ یہاں نبی پاکؐ اپنے قریبیوں کی محبت مانگ رہے ہیں۔ قرابت کے معنی رشتہ دار کے ہیں اور عربی لغت میں سببی و نسبی دونوں رشتہ داریوں کے لئے آتا ہے۔

دیکھیں عربی لغات:

(لغات الحدیث جلد ق صفحہ۵۸ علامہ وحید الزمان، قاموس الفاظ القرآن صفحہ۳۲۲ عبد اللہ ندوی، مختار الصحاح صفحہ۷۳۰، قاموس الوحید صفحہ۱۲۹۲، لغات القرآن جلد۵ صفحہ۹۸ نعمانی)

تو جب یہاں قرابت داروں کی محبت کی مانگی جارہی ہے تو کیا وجہ ہے کہ صرف ایک ہی داماد مولا علیؑ کو ہی قرابت میں شامل کیا گیا ہے؟ اور ایک ہی بیٹی کو ہی قرابت میں شامل کیا گیا ہے؟ اگر عثمان کے پاس نبی پاکؐ کی دو بیٹیاں تھیں تو انکو کیوں قرابت داروں میں نہیں لیا گیا؟ اور نہ ہی باقی تین بیٹیوں میں سے کسی کو قرابت میں لیا گیا؟ تو اس سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ نہ وہ بیٹیاں حقیقی تھیں اور نہ

یہ داماد حقیقی تھے۔ بلکہ نبی پاکؐ کی صرف ایک ہی حقیقی بیٹی بی بی فاطمہؓ تھیں اور ایک ہی حقیقی داماد مولا علیؑ تھے۔

[illegible]

صحیح بخاری

جلد ششم

امیر المومنین فی الحدیث سید الفقہاء

محدث الاعظم ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری رحمۃ اللہ علیہ

ترجمہ و تشریح

حضرت مولانا محمد داؤد راز رحمۃ اللہ علیہ

نظر ثانی

حضرت العلامہ مولانا عبدالسلام البستوی رحمہ اللہ

حضرت العلامہ مولانا ابو محمد عبدالجبار السلفی رحمہ اللہ

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند

نکالا۔

تشریح اس سورۃ کا لفظ شوریٰ سے بھی موسوم کیا گیا ہے' اس میں مسلمانوں کے ملی اجتماعی امور کو باہمی مشوروں سے حل کرنے کی تاکید ہے' اس لئے اسے لفظ شوریٰ سے موسوم کیا گیا۔

١- باب قَوْلِهِ : ﴿إِلاَّ الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبَى﴾

٤٨١٨- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ مَيْسَرَةَ قَالَ: سَمِعْتُ طَاوُسًا عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا أَنَّهُ سُئِلَ عَنْ قَوْلِهِ: ﴿إِلاَّ الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبَى﴾ فَقَالَ سَعِيدُ بْنُ جُبَيْرٍ: قُرْبَى آلِ مُحَمَّدٍ ﷺ. فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: عَجِلْتَ، إِنَّ النَّبِيَّ ﷺ لَمْ يَكُنْ بَطْنٌ مِنْ قُرَيْشٍ إِلاَّ كَانَ لَهُ فِيهِمْ قَرَابَةٌ، فَقَالَ: ((إِلاَّ أَنْ تَصِلُوا مَا بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ مِنَ الْقَرَابَةِ)).

[راجع: ٣٤٩٧]

باب آیت ﴿الا المودة فی القربیٰ﴾ کی تفسیر

یعنی "قرابتداری کی محبت کے سوا میں تم سے اور کچھ نہیں چاہتا۔"

(٤٨١٨) ہم سے محمد بن بشار نے بیان کیا کہا ہم سے محمد بن جعفر نے بیان کیا کہا کہ ہم سے شعبہ نے' ان سے عبدالملک بن میسرہ نے بیان کیا کہ میں نے طاؤس سے سنا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اللہ تعالیٰ کے ارشاد "سوا رشتہ داری کی محبت کے" کے متعلق پوچھا گیا تو سعید بن جبیر نے فرمایا کہ آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی قرابتداری مراد ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم نے اس پر کہا کہ تم نے جلد بازی کی۔ قریش کی کوئی شاخ ایسی نہیں جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قرابت داری نہ ہو۔ آنحضرتؐ نے ان سے فرمایا کہ تم سے صرف یہ چاہتا ہوں کہ تم اس قرابت داری کی وجہ سے صلہ رحمی کا معاملہ کرو جو میرے اور تمہارے درمیان میں موجود ہے۔

تشریح وحاصل کلام ابن عباس ان جمیع قریش اقارب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ولیس المراد من الآیۃ بنو ھاشم ونحوھم کما یتبادر الی الذھن من قول سعید بن جبیر یعنی ابن عباس رضی اللہ عنہما کے قول کا مطلب یہ ہے کہ آیت میں اقارب نبوی سے مراد سارے قریش ہیں' خاص بنو ہاشم مراد لینا صحیح نہیں ہے۔

[٤٣] سورة ﴿حم﴾ الزُّخْرُفُ

سورۃ حم زخرف کی تفسیر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

وَقَالَ مُجَاهِدٌ ﴿عَلَى أُمَّةٍ﴾ عَلَى إِمَامٍ. ﴿وَقِيلِهِ يَا رَبِّ﴾ تَفْسِيرُهُ: أَيَحْسَبُونَ أَنَّا لاَ نَسْمَعُ سِرَّهُمْ وَنَجْوَاهُمْ وَلاَ نَسْمَعُ قِيلَهُمْ. وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: ﴿وَلَوْلاَ أَنْ يَكُونَ النَّاسُ أُمَّةً وَاحِدَةً﴾: لَوْلاَ أَنْ جَعَلَ النَّاسَ كُلَّهُمْ كُفَّارًا، لَجَعَلْتُ لِبُيُوتِ

مجاہد نے کہا کہ علی امۃ کے معنی ایک امام پر یا ایک ملت پر یا ایک دین پر۔ وقیلہ یارب کا معنی ہے کیا کافر لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ ہم ان کی آہستہ باتیں اور ان کی کانا پھوسی اور ان کی گفتگو نہیں سنتے (یہ تفسیر اس قرأت پر ہے جب وقیلہ بہ نصب لام پڑھا جائے۔ اس حالت میں وسرھم ونجواھم پر عطف ہوگا اور مشہور قرأت وقیلہ بہ کسرلام ہے۔ اس صورت میں یہ الساعۃ پر عطف ہوگا یعنی خدا تعالیٰ ان کی

تفسير القرآن العظيم

مسنداً

عن رسول الله ﷺ والصحابة والتابعين

تأليف

الإمام الحافظ عبد الرحمن بن محمد
ابن إدريس الرازي ابن أبي حاتم
المتوفى سنة ٣٢٧هـ

تحقيق

أسعد محمد الطيب

المجلد الأول

إعداد: مركز الدراسات والبحوث بمكتبة نزار الباز

مكتبة نزار مصطفى الباز
مكة المكرمة - الرياض

نجيح، عن مجاهد عن ابن عباس أن النبي صلى الله عليه وسلم قال: «لاأسألكم على ماآتيتكم من البينات والهدى أجراً، إلا أن توادوا الله، وأن تقربوا إليه بطاعته»[١].

[١٨٤٧٦] حدثنا أبو كريب، حدثنا مالك بن إسماعيل، حدثنا عبد السلام حدثنا يزيد بن أبي زياد، عن مقسم، عن ابن عباس قال: قالت الأنصار: فعلنا وفعلنا وكأنهم فخروا. فقال ابن عباس أو: العباس، -شك عبد السلام- لنا الفضل عليكم فبلغ ذلك رسول الله صلى الله عليه وسلم فأتاهم مجالسهم فقال: «يامعشر الأنصار ألم تكونوا أذلة فأعزكم الله بي؟» قالوا: بلى يارسول الله. قال: «ألم تكونوا ضلالاً فهداكم الله بي» قالوا: بلى يارسول الله. قال: «أفلا تجيبوني»؟ قالوا: مانقول يارسول الله؟ قال: الا تقولون: ألم يخرجك قومك فآويناك؟ أو لم يكذبوك فصدقناك؟ أو لم يخذلوك فنصرناك»؟ فما زال يقول حتى جثوا على الركب، وقالوا: أموالنا ومافي أيدينا لله ولرسوله. قال: فنزلت ﴿قل لاأسألكم عليه أجراً إلا المودة في القربى﴾[٢].

[١٨٤٧٧] حدثنا علي بن الحسين، حدثنا رجل سماه، حدثنا حسين الأشقر عن قيس، عن الأعمش، عن سعيد بن جبير عن ابن عباس قال: لما نزلت هذه الآية ﴿قل لا أسألكم عليه أجراً إلا المودة في القربى﴾ قالوا: يارسول الله من هؤلاء الذين أمر الله بمودتهم؟ قال: «فاطمة وولدها عليهم السلام»[٣]

قوله تعالى: ﴿وهو الذي يقبل التوبة عن عباده﴾ آية ٢٥

[١٨٤٧٨] من حديث شريك القاضي، عن إبراهيم بن مهاجر عن إبراهيم النخعي، عن همام أن أبا هريرة قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: لله أشد فرحاً بتوبة عبده من أحدكم يجد ضالته في المكان الذي يخاف أن يقتله العطش فيه» وقال همام بن الحارث: سئل ابن مسعود عن الرجل يفجر بالمرأة ثم يتزوجها؟ قال لا بأس به وقرأ: ﴿وهو الذي يقبل التوبة عن عباده﴾ الآية[٤].

---

(١) ابن كثير ٧ / ١٨٠. (٢) ابن كثير ٧ / ١٨٨
(٣) ابن كثير ٧ / ١٨٩ وقال: هذا إسناد ضعيف فيه متهم لا يعرف عن شيخ شيعي متخرق وهو حسين الأشقر.
(٤) ابن كثير ٧ / ١٩٣، والدر ٣٥١.

الكشاف

عن

حقائق غوامض التنزيل وعيون الأقاويل

في وجوه التأويل

للعلامة جار الله أبي القاسم محمود بن عمر الزمخشري

(٤٦٧-٥٣٨ هـ)

تحقيق وتعليق ودراسة

الشيخ عادل أحمد عبد الموجود الشيخ علي محمد معوض

شارك في تحقيقه

الأستاذ الدكتور فتحي عبد الرحمن أحمد حجازي

أستاذ البلاغة والنقد بكلية اللغة العربية جامعة الأزهر

الجزء الخامس

مكتبة العبيكان

اجتمع المشركون في مجمع لهم فقال بعضهم لبعض: أترون محمداً يسأل على ما يتعاطاه أجراً؟ فنزلت الآية: ﴿إِلَّا ٱلْمَوَدَّةَ فِى ٱلْقُرْبَىٰ﴾ يجوز أن يكون استثناء متصلاً، أي: لا أسألكم أجراً إلا هذا، وهو أن تودوا أهل قرابتي؛ ولم يكن هذا أجراً في الحقيقة؛ لأن قرابته قرابتهم، فكانت صلتهم لازمة لهم في المروءة. ويجوز أن يكون منقطعاً، أي: لا أسألكم أجراً قط، ولكنني أسألكم أن تودوا قرابتي الذين هم قرابتكم ولا تؤذوهم. فإن قلت: هلا قيل: إلا مودة القربى: أو إلا المودة للقربى. وما معنى قوله: ﴿إِلَّا ٱلْمَوَدَّةَ فِى ٱلْقُرْبَىٰ﴾ [الشورى: ٢٣]؟ قلت: جعلوا مكاناً للمودة ومقرًا لها، كقولك: لي في آل فلان مودة، ولي فيهم هوى وحب شديد، تريد: أحبهم وهم مكان حبي ومحله، وليست (في) بصلة للمودّة، كاللام إذا قلت: إلا المودّة للقربى. إنما هي متعلقة بمحذوف تعلق الظرف به في قولك: المال في الكيس. وتقديره: إلا المودّة ثابتة في القربى ومتمكنة[1] فيها. والقربى: مصدر كالزلفى والبشرى، بمعنى: قرابة. والمراد في أهل القربى. وروي أنها لما نزلت قيل: يا رسول الله، من قرابتك هؤلاء الذين وجبت علينا مودتهم؟ قال: «عليّ وفاطمة وابناهما» (١٣٧٠) ويدل عليه ما روي عن علي رضي الله عنه: شكوت إلى رسول الله ﷺ حسد الناس لي. فقال: «أما ترضى أن تكون رابع أربعة: أوّل من يدخل الجنة أنا وأنت والحسن والحسين، وأزواجنا عن أيماننا وشمائلنا، وذريتنا خلف أزواجنا (١٣٧١) وعن

١٣٧٠ ـ أخرجه الطبراني في معجمه (١١/٤٤٤)، حديث (١٢٢٥٩)، وذكره السيوطي في الدر المنثور (٥/٧٠١)، وعزاه إلى ابن المنذر، وابن حاتم، وابن مردويه والطبراني، وذكره الزيلعي في تخريج الكشاف (٣/٢٣٤)، وزاد نسبته إلى كتاب مناقب الشافعي للحاكم.
وقال الحافظ ابن حجر: أخرجه الطبراني، وابن أبي حاتم، والحاكم في مناقب الشافعي من رواية حسين الأشقر عن قيس بن الربيع عن الأعمش عن سعيد بن جبير عن ابن عباس، وحسين ضعيف ساقط، وقد عارضه مما هو أولى منه؛ ففي البخاري من رواية طاوس عن ابن عباس أنه سئل عن هذه الآية؛ فقال سعيد بن جبير: قربى آل محمد ﷺ؛ فقال ابن عباس: عجلت. إن النبي ﷺ لم يكن بطن من قريش إلا كان له فيهم قرابة ـ الحديث»، قلت: وأخرج سعيد بن منصور من طريق الشعبي قال: «أكثروا علينا في هذه الآية. فكتبنا إلى ابن عباس فكتب ـ فذكر نحوه» وابن طاوس أتم منه. انتهى.
١٣٧١ ـ أخرجه الطبراني في معجمه الكبير (١/٣١٩)، حديث برقم (٩٥٠)، وذكره القرطبي (١٦/١٦)، وذكره الزيلعي في تخريج الكشاف (٣/٢٣٥)، وزاد نسبته إلى الثعلبي.
=

---

(١) قال محمود: «إن قلت هلا قيل: إلا مودة القربى، أو: إلا المودة للقربى. وأجاب بأنهم جعلوا مكاناً للمودة ومقرًا لها، كقولك: لي في آل فلان هوى وحب شديد، وليس (في) صلة للمودة، كاللام إذا قلت: إلا المودة للقربى؛ وإنما هي متعلقة بمحذوف تقديره: إلا المودة ثابتة في القربى ومتمكنة فيها، قال أحمد: وهذا المعنى هو الذي قصد بقوله في الآية التي تقدمت؛ إن قوله: (يذرؤكم فيه)، إنما جاء عوضاً من قوله: يذرؤكم به، فافهمه.

تفسير الفخر الرازي

المشتهر بالتفسير الكبير ومفاتيح الغيب

للإمام محمد الرازي فخر الدين ابن العلامة ضياء الدين عمر
المشتهر بخطيب الري نفع الله به المسلمين
٥٤٤ — ٦٠٤ هـ



تمتاز هذه الطبعة بفهرس لآيات الأحكام

الجزء السابع والعشرون

دار الفكر
للطباعة والنشر والتوزيع

مات شهيداً . ألا ومن مات على حب آل محمد مات مغفوراً له ، ألا ومن مات على حب آل محمد مات تائباً ، ألا ومن مات على حب آل محمد مات مؤمناً مستكمل الإيمان ، ألا ومن مات على حب آل محمد بشره ملك الموت بالجنة ثم منكر ونكير ، ألا ومن مات على حب آل محمد يزف إلى الجنة كما تزف العروس إلى بيت زوجها ، ألا ومن مات على حب آل محمد فتح له في قبره بابان إلى الجنة ، ألا ومن مات على حب آل محمد جعل الله قبره مزار ملائكة الرحمة ، ألا ومن مات على حب آل محمد مات على السنة والجماعة ، ألا ومن مات على بغض آل محمد جاء يوم القيامة مكتوباً بين عينيه آيس من رحمة الله ، ألا ومن مات على بغض آل محمد مات كافراً ، ألا ومن مات على بغض آل محمد لم يشم رائحة الجنة » هذا هو الذي رواه صاحب الكشاف ، وأنا أقول : آل محمد ﷺ هم الذين يؤول أمرهم إليه فكل من كان أمرهم إليه أشد وأكمل كانوا هم الآل ، ولا شك أن فاطمة وعلياً والحسن والحسين كان التعلق بينهم وبين رسول الله ﷺ أشد التعلقات وهذا كالمعلوم بالنقل المتواتر فوجب أن يكونوا هم الآل ، وأيضاً اختلف الناس في الآل فقيل هم الأقارب وقيل هم أمته ، فإن حملناه على القرابة فهم الآل ، وإن حملناه على الأمة الذين قبلوا دعوته فهم أيضاً آل فثبت أن على جميع التقديرات هم الآل ، وأما غيرهم فهل يدخلون تحت لفظ الآل ؟ فمختلف فيه وروى صاحب الكشاف أنه لما نزلت هذه الآية قيل يا رسول الله من قرابتك هؤلاء الذين وجبت علينا مودتهم ؟ فقال علي وفاطمة وابناهما فثبت أن هؤلاء الأربعة أقارب النبي ﷺ وإذا ثبت هذا وجب أن يكونوا مخصوصين بمزيد التعظيم ويدل عليه وجوه : (الأول) قوله تعالى (إلا المودة في القربى) ووجه الاستدلال به ما سبق (الثاني) لا شك أن النبي ﷺ كان يحب فاطمة عليها السلام قال صلى الله عليه وسلم « فاطمة بضعة مني يؤذيني ما يؤذيها » وثبت بالنقل المتواتر عن رسول الله صلى الله عليه وسلم أنه كان يحب علياً والحسن والحسين وإذا ثبت ذلك وجب على كل الأمة مثله لقوله (واتبعوه لعلكم تهتدون) ولقوله تعالى (فليحذر الذين يخالفون عن أمره) ولقوله (قل إن كنتم تحبون الله فاتبعوني يحببكم الله) ولقوله سبحانه (لقد كان لكم في رسول الله أسوة حسنة) (الثالث) أن الدعاء للآل منصب عظيم ولذلك جعل هذا الدعاء خاتمة التشهد في الصلاة وهو قوله اللهم صل على محمد وعلى آل محمد وارحم محمداً وآل محمد ، وهذا التعظيم لم يوجد في حق غير الآل ، فكل ذلك يدل على أن حب آل محمد واجب ، وقال الشافعي رضي الله عنه :

يا راكباً قف بالمحصب من منى	واهتف بساكن خيفها والناهض
سحراً إذا فاض الحجيج إلى منى	فيضاً كما نظم الفرات الفائض
إن كان رفضاً حب آل محمد	فليشهد الثقلان أني رافضي

﴿ المسألة الثالثة ﴾ قوله (إلا المودة في القربى) فيه منصب عظيم للصحابة لأنه تعالى قال : (والسابقون السابقون أولئك المقربون) فكل من أطاع الله كان مقرباً عند الله تعالى فدخل

بی بی فاطمہؑ کا نبی پاکؐ کی واحد بیٹی ہونا

(چودھویں آیت)

الله نور السموت والارض مثل نوره کمشکوٰة فیها مصباح المصباح فی زجاجة الزجاجة کانها کوکب دری یوقد من شجرة مبرکة زیتونة لا شرقیة ولا غربیة یکاد ذیتها یضی ء ..نور علی نور یهدی الله لنوره من یشاء.

اللہ تعالیٰ زمین وآسمان کا نور ہے۔ اسکے نور کی حالت ایسی ہے جیسے ایک طاق ہے اس میں ایک چراغ ہے۔ وہ چراغ ایک قندیل ہے۔ وہ قندیل ایسا ہے جیسے ایک چمکتا ہوا ستارہ ہو۔ وہ چراغ ایک نہایت مفید درخت سے روشن کیا جاتا ہے کہ وہ زیتون جسکا رخ نہ مشرق ہے اور نہ مغرب۔ اسکا تیل کہ اگر اسکو آگ بھی نہ چھوئے تو ایسا لگتا ہے کہ یہ خود بخود جل اٹھے گا۔ نور علیٰ نور ہے۔ اللہ اپنے نور تک جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے۔ **(پارہ ۱۸ سورہ نور آیت ۳۵)**

امام موسیٰ کاظمؑ اسکی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ اس آیت میں مشکوٰۃ (طاق) بی بی فاطمہؑ ہیں۔ مصباح (چراغ) امام حسنؑ ہیں۔ زجاجہ (قندیل) امام حسینؑ ہیں۔ کوکب دری (چمکتا ہوا ستارہ) بی بی فاطمہؑ ہیں جو کہ تمام عورتوں کی سردار ہیں۔۔ نور علیٰ نور سے مراد امام کے بعد امام ہیں۔ اور اللہ اپنے نور سے جسے چاہتا ہے ہدایت کرتا ہے سے مراد ہے کہ اللہ جسے چاہتا ہے ہماری ولایت سے ہدایت کرتا ہے۔

(مناقب ابن مغازلی صفحہ ۳۸۲، رشفۃ الصادی صفحہ ۶۴ شیخ شہاب الدین علوی، جواہر العقدین جلد ۲ صفحہ ۹۴ شیخ سمہودی)

یہی روایت شیعہ کُتب میں بھی موجود ہے:

(اصول کافی جلد ۲ صفحہ ۵۴ اردو، تفسیر قمی جلد ۲ صفحہ ۱۰۳، تفسیر البرہان جلد ۵ صفحہ ۳۸۸،

تاویل الآیات صفحہ ۳۵۷،   تفسیر فرات جلد ۱ صفحہ ۲۸۲)

استدلال:

یہ آیت اس بات کی شاہد ہے کہ بی بی فاطمہؑ کی خاقت اللہ کے نور سے ہوئی جیسا کہ آیت کے الفاظ سے ظاہر ہے۔ تو اگر رقیہ، ام کلثوم و زینب بھی نبی پاکؐ کا حقیقی خون تھیں تو انکا یہاں ذکر کیوں نہیں آیا یا انکی اولاد کا ذکر یہاں کیوں نہیں؟ یہ کیسے ممکن ہے کہ نبی پاکؐ کی ایک بیٹی کی خاقت نورانی تھی اور باقی بیٹیوں کی خاقت کا پتہ ہی نہیں؟

لہذا اس سے ثابت ہوتا ہے کہ نبی پاکؐ کی حقیقی بیٹی فقط ایک ہی تھیں جنکا ذکر قرآن میں موجود ہے اور جو نورِ خدا سے خلق ہوئی تھیں۔

(طالب دعا)